جلد ۲ | یوم جمعۃ المبارک - ۶ - ربیع الاول ۱۳۷۶ھ مطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۲

عذابِ خداوندی کے اسباب و علل احادیث کی روشنی میں

(از جناب مولانا ضیاء الدین صاحب قریشی خطیب جامع مسجد واہ کینٹ)

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی اما بعد - آج ساری دُنیا تقریباً مختلف قسموں کے عذاب میں مبتلا ہے - ایک طرف اگر سیلاب کا عذاب ہے - تو دوسری طرف سرخ آندھی اور زلزلہ اور مختلف قسم کے امراض نے انسانوں کو لپیٹا ہوا ہے - موجودہ دنیا کی تشخیص اور تجویز سراسر غلط اور بے بنیاد ہے - بقول شخصے ع

مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

یورپ - امریکہ اور اشتراکی حل بے اثر ثابت ہو رہے ہیں - دُنیا تجربہ کر چکی ہے ایک طرف تو یہ لوگ اپنے مشاہدہ اور تجربہ کے بغیر کسی چیز کو مانتے ہی نہیں، دوسری طرف یہ کہ تجربہ شدہ غلط علاج کو بارہا کیا جاتا ہے - لیکن اتنی توفیق نہیں ملتی کہ صحیح طریق علاج کو اختیار کیا جائے اور اسبابِ مرض پر غور کیا جائے - غیروں کا شکوہ نہیں رونا آتا ہے مسلمانوں پر کہ انہوں نے بھی اپنے نبی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے بتائے ہوئے اسباب پر غور نہیں کیا - ہم قارئین کے سامنے بلا کسی مزید تمہید کے ایک حدیث کے الفاظ پیش کرتے ہیں - اس حدیث پاک کو صاحبِ مشکوٰۃ نے کتاب الفتن میں نقل کیا ہے اور اس کو امام ترمذی نے بھی نقل کیا ہے -

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اتُّخِذَ الْفَیْءُ دُوَلًا وَالْاَمَانَةُ مَغْنَمًا وَالزَّکٰوةُ مَغْرَمًا وَتُعُلِّمَ لِغَیْرِ الدِّیْنِ وَاَطَاعَ الرَّجُلُ اِمْرَاَتَهٗ وَعَقَّ اُمَّهٗ - وَاَدْنٰی صَدِیْقَهٗ وَاَقْصٰی اَبَاهُ وَظَهَرَتِ الْاَصْوَاتُ فِی الْمَسَاجِدِ وَسَادَ الْقَبِیْلَةَ فَاسِقُهُمْ وَکَانَ زَعِیْمُ الْقَوْمِ اَرْذَلَهُمْ وَاُکْرِمَ الرَّجُلُ مَخَافَةَ شَرِّهٖ وَظَهَرَتِ الْقَیْنَاتُ وَالْمَعَازِفُ وَشُرِبَتِ الْخُمُوْرُ وَلَعَنَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلَهَا فَارْتَقِبُوْا عِنْدَ ذٰلِكَ رِیْحًا حَمْرَاءَ وَزَلْزَلَةً وَخَسْفًا وَمَسْخًا وَقَذْفًا وَاٰیَاتٍ تَتَابَعُ کَنِظَامٍ قُطِعَ سِلْکُهٗ فَتَتَابَعَ -

ترجمہ - حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا - جس وقت کہ ٹھہرائی جائیں گی غنیمتیں دولت - اور جب ٹھہرائی جائے گی امانت غنیمت - اور ٹھہرائی جائے گی زکوٰۃ تاوان - اور جس وقت کہ سیکھا جائے گا علم واسطے غیر دین (اور غیر ترویج شریعت کے) اور فرمانبرداری کرے گا مرد اپنی بیوی کی اور نافرمانی کرے گا اپنی ماں کی اور قریب کرے گا اپنے دوست کو اور دور رکھے گا اپنے باپ کو اور بلند ہو جائیں گی آوازیں (اور باتیں) مسجدوں میں اور سردار ہو گا قوم کا وہ کہ فاسق ہے ان میں اور کفیل (لیڈر) قوم بڑا کمینہ ہو گا - اور عزت کی جائیگی شخص کی اس کی بُرائی کی وجہ سے - اور ظاہر ہوں گی گانے والیاں اور باجے (وغیرہ) اور پی جائینگی شرابیں اور لعنت کریں گے اور بُرا کہیں گے پچھلے اس اُمّت کے پہلوں کو پس منتظر رہو نزدیک ہونے ان چیزوں کے سرخ ہوا اور زلزلہ اور زمین میں دھنس جانے اور صورت بدل جانے اور پتھر برسنے کے اور منتظر رہو اور نشانیوں کے اور پے در پے پہنچیں گی - جواہر کی لڑی کی طرح کہ ٹوٹ جائے دھاگا اس کا پس گرنے لگیں دانے لگاتار -

اس حدیث پاک میں پانچ عذاب اور چودہ اسبابِ عذاب کا ذکر ہے - غور فرمائیں کہ مخبرِ صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آج سے پونے چودہ سو سال پیشتر بذریعہ وحی امت کو اسبابِ عذاب بتلا دیئے - کہ ان لائنوں سے عذابِ الٰہی آئے گا - ہر سبب پہ غور فرمائیں کہ یہ سبب ہمارے اندر موجود ہے یا نہیں - جب سبب موجود ہیں تو اس کے بعد عذاب خداوندی کا ہونا لازمی ہے - مزید تشریح کی گنجائش نہیں [1] اللہ تعالےٰ ہمیں آئینہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنا چہرہ دیکھنے کی توفیق نصیب فرمائے آمین - وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

[1] اگر تشریح دیکھنا چاہیں تو مظاہر حق جلد چہارم صفحہ ۳۵۰ کو ملاحظہ فرمائیں -

أَحَادِيثُ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا اول الناس خروجاً اذا بعثوا وانا قائدهم اذا وفدوا وانا خطيبهم اذا انصتوا وانا مستشفعهم اذا حبسوا وانا مبشرهم اذا ايسوا الكرامة والمفاتيح يومئذ بيدي ولواء الحمد يومئذ بيدي وانا اكرم ولد آدم على ربي يطوف علىّ الف خادم كانهم بيض مكنون اولؤلؤ منثور رواه الترمذي والدارمي وقال الترمذي هذا حديث غريب۔

ترجمہ - انسؓ کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ قیامت کے دن جب لوگوں کو قبر سے اُٹھایا جائے گا تو سب سے پہلے قبر کے اندر سے میں نکلوں گا - اور جب لوگ بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے روانہ ہوں گے۔ ان کا قائد و افسر ہونگا - اور جب لوگ خاموش ہوں گے مَیں کلام کروں گا (یعنی ان کی شفاعت کروں گا) اور جب لوگوں کو روک لیا جائے گا - مَیں ان کی سفارش کروں گا اور جب لوگ نا امید و مایوس ہو جائیں گے مَیں ان کو خوش خبری دونگا - بزرگی اور کنجیاں اس وقت میرے ہاتھ میں ہوں گی - اور حمد کا جھنڈا اس روز میرے قبضہ میں ہوگا - اور آدمؑ کے بیٹوں میں خدا تعالےٰ کے نزدیک بڑا بزرگ ہوں گا - میرے گرد اس روز ہزار خادم پھرتے ہوں گے - گویا وہ خادم چھپے ہوئے انڈے ہیں - نہایت محفوظ اور صاف ستھرے موتی یا بکھرے ہوئے موتی (غلاموں اور خادموں کو سفید انڈوں اور بکھرے ہوئے موتیوں سے تشبیہ دی ہے - یہ تشبیہ نفاست صفائی کے اعتبار سے ہے) (ترمذی - دارمی)

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال سلوا اللہ لی الوسیلۃ قالوا یا رسول اللہ وما الوسیلۃ قال اعلیٰ درجۃ فی الجنۃ لا ینالھا الا رجل واحد وارجو ان اکون انا ھو رواہ الترمذی

ترجمہ - ابی ہریرہؓ کہتے ہیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ میرے لئے خدا تعالےٰ سے وسیلہ طلب کرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا ، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وسیلہ کیا ؟ فرمایا ، جنت میں بڑا درجہ ہے جو صرف ایک آدمی کو ملے گا - اور مجھ کو امید ہے کہ وہ آدمی مَیں ہوں (ترمذی)

عن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ بعثنی لتمام مکارم الاخلاق وکمال محاسن الافعال رواہ فی شرح السنۃ

ترجمہ - جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کہتے ہیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے خداوند تعالےٰ نے مجھ کو خوبیوں اور اچھے کاموں کو پورا کرنے کے لئے بھیجا ہے - (شرح السنۃ)

عن ابن عباس قال ان اللہ تعالیٰ فضّل محمداً صلی اللہ علیہ وسلم علی الانبیاء وعلی اہل السماء فقالوا یا اباعباس بم فضّله اللہ علی اہل السماء قال ان اللہ تعالیٰ قال لاہل السماء ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جہنم کذٰلک نجزی الظالمین وقال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر قالوا وما فضله علی الانبیاء قال قال اللہ تعالیٰ وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم فیضل اللہ من یشاء الآیۃ وقال اللہ تعالیٰ لمحمد صلی اللہ علیہ وسلم وما ارسلناک الا کافۃ للناس فارسلہ الی الجن والانس۔

ترجمہ - ابن عباسؓ نے کہا کہ خداوند تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو (تمام) انبیاءؑ پر اور آسمان والوں پر فضیلت دی ہے - لوگوں نے پوچھا اے ابو عباسؓ! آسمان والوں پر کس بات میں (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو) فضیلت دی گئی ہے - ابن عباسؓ نے کہا خداوند تعالےٰ نے آسمان والوں سے فرمایا ہے - ومن یقل منہم انی الٰہ من دونہ فذٰلک نجزیہ جہنم کذٰلک نجزی الظالمین (یعنی فرشتوں میں سے جو یہ کہے کہ مَیں خدا تعالےٰ کے سوا معبود ہوں ہم اس کو اس کے بدلہ میں جہنم دیں گے - اور ہم ظالموں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں) اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خداوند تعالےٰ نے فرمایا ہے - انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک وما تأخر (یعنی ہم نے تیرے لئے (برکتوں کے) دروازے کھول دیئے (یعنی فتوحات عطا فرمائیں) اور خداوند تعالیٰ نے تیرے اگلے پچھلے گناہوں کو بخش دیا) پھر لوگوں نے دریافت کیا اور انبیاءؑ پر (نبیؐ کو) کیوں فضیلت و بزرگی عطا کی گئی - ابن عباسؓ نے کہا خداوند تعالےٰ نے دوسرے انبیاءؑ کی نسبت فرمایا ہے وما ارسلنا من رسول الا بلسان قومہ لیبین لہم فیضل اللہ من یشاء (یعنی ہم نے جس پیغمبرؑ کو بھیجا اس کی قوم کی زبان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اُن کے سامنے خدا تعالےٰ کے احکام بیان کرے - پھر جس کو خدا تعالیٰ چاہتا ہے اُس کو گمراہ کرتا ہے) اور خداوند تعالےٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا ہے - وما ارسلناک الا کافۃ للناس (یعنی ہم نے تجھ کو تمام لوگوں کے لئے رسول بنا کر بھیجا ہے) یعنی خدا تعالےٰ نے آپ کو جن اور انسان دونوں کے لئے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے - (دارمی)

عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب علیّ النحر ولم یکتب علیکم وامرت بصلوٰۃ الضحیٰ ولم تؤمروا بہا رواہ الدارقطنی

ترجمہ - ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے - مجھ پر ہر حال میں قربانی فرض کی گئی ہے (یعنی امارت و غربت دونوں حال میں) اور تم پر فرض نہیں کی گئی (اگر تم غریب ہو) اور مجھ کو چاشت کی نماز کا حکم دیا گیا اور تم کو حکم نہیں دیا گیا - (دارقطنی)

ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۶- ربیع الاول ۱۳۷۶ھ - ۱۲- اکتوبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۲۲

وزیر اعظم کی تقریریں

پاکستان کے نئے وزیر اعظم نے آج کل مغربی پاکستان میں تقریروں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ سابق صوبہ سرحد میں دورہ کے بعد انہوں نے لاہور اور راولپنڈی میں عوام سے خطاب کیا۔ عوام سے براہ راست رابطہ لیاقت علی خاں مرحوم کے بعد کسی نے قائم نہیں رکھا۔ یہ بات خوش کن ہے کہ نئے وزیر اعظم کو احساس ہے کہ وہ عوام میں پہنچکر اپنی کہیں اور اُن کی سُنیں۔ لیکن ایک بات قابلِ توجہ ہے۔ کہ وہ قومی وقت ایک مخصوص پارٹی کے پراپیگنڈے کے لئے قربان کر رہے ہیں۔ اگر وہ کسی پارٹی سے متعلق ہونے کی وجہ سے اس عہدہ پر متمکن ہیں تو وہ اس پارٹی کے منشور یا لائحہ عمل پر جادہ پیما ہو سکتے ہیں۔ لیکن عوامی جلسوں میں پارٹی کے زیر اثر اُس پارٹی کے مخصوص نظریات کا انہیں پرچار نہیں کرنا چاہیئے۔ وزیر اعظم کا عہدہ ایسا ہے جس پر ملک کے ہر آدمی کو پُورا پُورا اعتماد ہونا چاہیئے۔ خواہ وہ آدمی کسی بھی سیاسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو۔ اس لئے ہماری رائے میں وزیر اعظم کو اس طریقِ خطاب سے اجتناب کرنا چاہیئے۔

جہاں تک تقریروں کے نفسِ مضمون کا تعلق ہے قارئین کرام جانتے ہیں کہ ہر وزیر اعظم سابقہ حکومت کی پالیسی کی مذمت اور اپنی حکومت کی خوبیاں بیان کرتا ہے۔ عوام سے وعدے کئے جاتے ہیں اور سماج دشمن عناصر کا ذکر کر کے انہیں تنبیہ کی جاتی ہے مثال کے طور پر خوراک کے مسئلہ پر وزیر اعظم نے کہا کہ ذخیرہ اندوزوں کو کبھی برداشت نہیں کیا جائیگا۔ ملک میں غلّہ بہت سستا ملا کریگا۔ وزیر اعظم جانتے ہیں کہ یہاں ذخیرہ اندوز موجود ہیں اور ان کو ختم کرنا کارے دارد والا معاملہ ہے۔ ہر وزیر اعظم نے ان کے خلاف اعلانِ جنگ کیا مگر ناکام ہو کر خود رُخصت ہو گئے۔ اور ذخیرہ اندوز اسی طرح موجود ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ سماج دشمن عناصر کا دُنیا دار وزیر اعظم کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ وہ انکا خود دستِ نگر ہوتا ہے۔ وہ جب چاہیں اس کو وزارت عظمیٰ کی کرسی سے اُتار سکتے ہیں۔ اور وزیر اعظم کو کرسی سب سے زیادہ عزیز ہوتی ہے اس لئے اس قسم کی تقریریں نتیجہ خیز نہیں ہوتیں۔ اگر حکومت سماج دشمن عناصر کو ختم کرنا چاہتی ہے۔ تو کسی اللہ والے کو چند دن کے لئے وزیر اعظم بنا دے پھر یا تو وہ خود ہی ملک چھوڑ کر چلے جائینگے یا اپنی سماج دشمنی کو اپنے ہاتھوں دفن کر دینگے۔ تقریروں سے وہ ختم نہ ہونگے۔ ایک کو سرِ عام قرار واقعی سزا دیدیجئے۔ باقی خود بخود ختم ہو جائیں گے۔

وزیر اعظم انتخاب کے مسئلہ پر مخلوط انتخاب کے حق میں بول رہے ہیں اور یہ فرماتے ہیں کہ اگر اس مسئلہ کو ان کی مرضی کے مطابق طے نہ کیا گیا تو توازنِ اختیار مشرقی پاکستان میں ہندوؤں کے پاس چلا جائیگا۔ کیونکہ موجودہ اسمبلی کی تعداد کے مطابق ۷۰ ہندو جس جماعت کے ساتھ چاہیں (متحدہ محاذ یا عوامی لیگ) مل کر حکومت بنا سکتے ہیں۔ اس طرح مسلمان ہمیشہ ان کے رحم و کرم پر رہیں گے۔ ہماری رائے میں ان کا یہ نظریہ درست نہیں۔ اگر مخلوط بنیادوں پر انتخاب ہو بھی جائے۔ تو مشرقی پاکستان کے ایک کروڑ ہندو مسلمان نمائندوں کے مقابلہ میں لازمی طور پر ہندوؤں کو ووٹ دینگے۔ اس طرح بھی ایوان میں ہندو (۷۰ نہ سہی) کسی نہ کسی تعداد میں ضرور ہونگے۔ وہ اپنے مذہب کی بنیاد پر جب چاہیں آپس میں اتحاد کر سکتے ہیں۔ اور اگر مسلمانوں کی بھی دو جماعتیں ہوں تو ایک کے ساتھ مل کر حکومت بنا سکتے ہیں۔ لہٰذا ہندوؤں کا خطرہ مخلوط انتخاب سے بھی دور نہ ہوگا۔ لیکن اگر مسلمان متحد ہو جائیں تو ان کی غالب اکثریت کے پیشِ نظر خواہ انتخاب جُداگانہ ہو یا مخلوط ہندوؤں کے ہاتھ میں توازنِ اختیار جانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ بہرحال یہ مسئلہ قومی اسمبلی کے سامنے ہے اور اسے وہیں طے ہونا چاہیئے۔

وزیر اعظم نے حسبِ سابق کشمیر کا بھی ذکر کیا ہے۔ پاکستان کے حکمرانوں کی بے توجہگی سمجھئے یا کشمیری عوام کی بدقسمتی یہ مسئلہ آزادیٔ ملک سے آج تک جوں کا توں ہے۔ سابقہ حکومت نے اسے حفاظتی کونسل میں پیش کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن نامعلوم کن وجوہ کی بنا پر اسے التوا میں ڈالا جا رہا۔ نئے وزیر اعظم اب کشمیری رہنماؤں کی کراچی میں کانفرنس کرنے لگے ہیں۔ خدا کرے یہ مسئلہ جلد از جلد سلجھ جائے تاکہ کشمیری عوام بھی آزادی کی فضا میں سانس لے سکیں۔

اراضی پر مالکانہ حقوق

مہاجرین کے حلقوں میں اس خبر کا خیر مقدم کیا جائیگا کہ حکومت نے متروکہ اراضی کے مستقل الاٹیوں کو مالکانہ حقوق دے دیئے ہیں۔ اب وہ اپنی اراضی کو بذریعہ ہبہ، بیع یا رہن منتقل کر سکیں گے۔

یہ حقیقت ہے کہ مہاجرین کو مالکانہ حقوق اگر بہت پہلے مل جاتے تو ان کی مشکلات میں بے حد کمی واقع ہو جاتی۔ گزشتہ ۹ سال میں محکمہ آبادکاری وغیرہ کے ہاتھوں مہاجرین سخت پریشان حال رہے۔ ایک درخواست کے لئے غریب مہاجر دفاتر کے سامنے مہینوں بیٹھتے۔ لیکن مقصد برآری پھر بھی نہ ہوتی۔ یہ مسئلہ کوئی نیا نہیں اسے مُدّت گزر چکی ہے اسے بہت جلد ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔ ہماری اطلاعات کے مطابق بہت سے ایسے مہاجرین موجود ہیں جنہیں اپنے حقوق پوری طرح سے نہیں مل سکے۔ کئی لوگوں کے کلیم فارموں کا ابھی تک فیصلہ نہیں ہوا۔ اور اگر ہو گیا ہے تو محکمۂ مال کے اہل کار ان کے حقوق بحال کرنے میں دیر کر رہے ہیں۔

ہم حکومت سے استدعا کرتے ہیں۔ کہ ایسے مہاجرین کے حقوق کا بھی جلد فیصلہ کیا جائے۔ تاکہ وہ نئی مراعات سے نفع حاصل کر سکیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم الجمعہ ۲۹ صفر ۱۳۷۶ھ - ۵ - اکتوبر ۱۹۵۶ء

ایک فقرہ میں تمام اقوام عالم کی زندگی کا نظام الاوقات

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ؕ الآیہ

سورۃ المائدہ رکوع ۱ پارہ ۶

ترجمہ - اے ایمان والو عہدوں کو پورا کرو -

تمام اقوام عالم کو ایمان لانے کی دعوت

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ قَدْ جَآءَکُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَاٰمِنُوْا خَیْرًا لَّکُمْ ؕ الآیہ سورہ النساء رکوع ۲۳ پارہ ۶

ترجمہ - اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ٹھیک بات لے کر رسول آچکا - سو مان لو تاکہ تمہارا بھلا ہو

حاصل

یہ ہے کہ اس آیت میں تمام اقوام عالم کو اس قرآن مجید پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے - لہٰذا ثابت ہُوا کہ قرآن مجید دراصل اقوامِ عالم کے لئے داعی الی اللہ ہے - عام دعوت دینے کے بعد جو لوگ اس کی دعوت پر لبیک کہتے ہیں - انہیں اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا سے خطاب کرتا ہے - اسی لئے اس آیت میں مخاطب عام لوگ ہیں اور اس سے پہلی آیت میں مخاطب ایمان لانے والے ہی تھے -

عقد کے معنی

باندھنا ہے - باندھنے میں دو چیزوں کو ملایا جاتا ہے - اسی طرح جہاں کہیں عقد کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے - وہاں دو چیزوں کے درمیان بندھنا مراد لیا جاتا ہے مثلاً عقد نکاح میں مرد اور عورت کو پابند کیا جاتا ہے - یا عقد بیع میں بائع (بیچنے والا) اور مشتری (خرید کرنے والا) ایک معاملہ میں پابند ہو جاتے ہیں - اگر غور کر کے دیکھا جائے تو ایک مسلمان نے کئی عقدوں میں اپنے آپ کو اپنی خوشی سے جکڑ بند کیا ہُوا ہے -

عقدوں کی فہرست

(۱) جب کہتا ہے - لا الٰہ الا اللہ - تب یہ اقرار کرتا ہے کہ میرا معبود اللہ تعالیٰ ہے - اور میں اس کا بندہ ہوں -

(۲) جب کہتا ہے - محمد رسول اللہ - تب یہ اقرار کرتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبر خدا ہیں - اور میں ان کا امتی ہوں -

(۳) جب یہ کہتا ہے کہ میرا مذہب اسلام ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے کہ میں قوانین اسلام کا پابند ہوں -

(۴) جب یہ کہتا ہے کہ قرآن فرمانِ رحمٰن ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے کہ میرے معبود کے احکام کا یہی مجموعہ ہے - جو اس نے میری رہنمائی کے لئے نازل فرمایا ہے -

(۵) جب یہ کہتا ہے کہ یہ شخص میرا باپ ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے کہ اس شخص کی فرمانبرداری اور ہر ممکن خدمت کرنا - اور ہر طرح سے دلجوئی کرنا میرا فرض ہے -

(۶) جب یہ کہتا ہے کہ یہ میری ماں ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے - کہ اس کی ہر ممکن خدمت کرنا اور اس کے دل کی دعائیں لینا میرا فرض ہے -

(۷) جب یہ کہتا ہے کہ میرا بھائی ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے - کہ اس شخص کی ہر ممکن خدمت کرنا میرا اسلامی فرض ہے - تاکہ قطع رحمی کا مجرم نہ بنوں -

(۸) جب یہ کہتا ہے کہ یہ میری بہن ہے - تو یہ اقرار کرتا ہے - کہ اس کی ہر ممکن خدمت کرنا اور اس کے دل کی دُعائیں لینا میرا اسلامی فرض ہے تاکہ قطع رحمی کا مجرم نہ بنوں -

(۹) جب یہ کہتا ہے کہ یہ میرا بیٹا ہے تو یہ اقرار کرتا ہے کہ اس کی جسمانی تربیت اور روحانی تعلیم میرا فرض ہے - کیونکہ اولاد کی تعلیم و تربیت کا ذمہ دار مجھے ہی بنایا گیا ہے -

(۱۰) جب یہ کہتا ہے کہ یہ میری بیٹی ہے - تو اقرار کرتا ہے کہ اس کی جسمانی تربیت اور روحانی تعلیم میرا ہی فرض ہے - علیٰ ہذا القیاس اور بھی بہت سی چیزیں ہیں جن کے ساتھ اپنے عقد کا مدعی ہے - میں نے ایک مسلمان کے چند عقد بطور نمونہ پیش کئے ہیں -

کھرا اور اصلی مسلمان

برادرانِ اسلام - کھرا اور اصلی مسلمان وہ ہوگا - جو اپنے دعووں کا عملی ثبوت دے - ورنہ کھوٹا اور نقلی ہوگا - اب ہر ایک عقد کے متعلق قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت کی روشنی میں عرض کرنا چاہتا ہوں - کہ اس عقد کا حق ادا کرنے کی کونسی صورت اختیار کرنی چاہئے -

عقد باللہ تعالےٰ

مسلمان کا جو تعلق اللہ تعالےٰ سے ہے - اس بندگی کے تعلق کو نباہنے کے لئے مندرجہ ذیل دفعات کا لحاظ رکھنا ضروری ہے - اور یہ دفعات خود اللہ تعالےٰ ہی کی فرمائی ہوئی ہیں -

دفعہ اوّل

ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو - اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو -

وَاعْبُدُوا اللّٰہَ وَلَا تُشْرِکُوْا بِہٖ شَیْئًا

سورہ النساء رکوع ۶ پارہ ۵

ترجمہ - اور اللہ کی بندگی کرو - اور کسی کو اس کا شریک نہ کرو -

شریک کا مطلب

یہ ہے کہ جو تعلق بندے کا اللہ تعالیٰ سے ہونا چاہیئے۔ اسی قسم کا تعلق غیر سے بھی رکھے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کے سوا اولاد کسی اور سے مانگے۔ رزق کی تنگی ہو تو کشادگی کے لئے کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلا کر مانگے۔ حالانکہ وہ شخص اگرچہ مقبول بارگاہ الٰہی تھا مگر اس وقت وہ قبر میں آرام کر رہا ہے اور یہ شخص اسے حاجت روا خیال کر کے اس کی قبر کے سامنے بیٹھا ہوا رزق کے کشادہ کرنے کی التجا کر رہا ہے۔ ہاں اگر کوئی مقبول بارگاہ الٰہی ہو۔ اور زندہ ہو۔ اس سے دعا کرانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

دفعہ دوم

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی مشکل کشا نہیں ہے

وَإِن يَمْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۖ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ○ سورہ الانعام رکوع ۲ پارہ ۷

ترجمہ۔ اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اور کوئی دور کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر تجھے کوئی بھلائی پہنچائے۔ تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

دفعہ سوم

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی رزق میں تنگی یا کشادگی نہیں کر سکتا

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ○

سورہ الشوریٰ رکوع ۲ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ اس کے ہاتھ میں آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔ روزی کشادہ کرتا ہے جس کی چاہے۔ اور تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ ہر چیز کو جاننے والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ رزق کی کشادگی یا تنگی سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کسی کے اختیار میں نہیں ہے۔ لہٰذا عقلمندی اسی میں ہے کہ رزق کی تنگی کو کشادگی میں تبدیل کرانے کے لئے فقط اسی کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کی جائے۔

دفعہ چہارم

اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اولاد نہیں دے سکتا

لِّلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ يَهَبُ لِمَن يَشَاءُ إِنَاثًا وَيَهَبُ لِمَن يَشَاءُ الذُّكُورَ ○ أَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَإِنَاثًا ۖ وَيَجْعَلُ مَن يَشَاءُ عَقِيمًا ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ○ سورہ الشوریٰ رکوع ۵ پارہ ۲۵

ترجمہ۔ آسمانوں اور زمین میں اللہ کی بادشاہی ہے۔ جو چاہے۔ پیدا کرتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں بخشتا ہے۔ اور جس کو چاہے۔ بیٹے بخشتا ہے۔ یا ان کو جوڑے بیٹے اور بیٹیاں دیتا ہے۔ اور جس کو چاہے بانجھ کرتا ہے۔ بیشک وہ جاننے والا قدرت والا ہے۔

حاصل

یہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد دینے کا سلسلہ اپنے ہی قبضہ میں رکھا ہوا ہے جسے چاہے دے اور جسے چاہے نہ دے۔ لہٰذا ہر بے اولاد کو فقط اسی کے دروازے پر اولاد لینے کے لئے ہاتھ پھیلانا چاہئے اور جب تک کامیابی نہ ہو اس کے دروازے سے ہٹنا نہیں چاہیئے۔

دفعہ پنجم

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مت پکارو

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ ○ سورہ المؤمن رکوع ۶ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ اور تمہارے رب نے فرمایا ہے مجھے پکارو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ بیشک جو لوگ میری عبادت سے سرکشی کرتے ہیں عنقریب وہ ذلیل ہو کر دوزخ میں داخل ہوں گے۔

فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ

سورہ المؤمن رکوع ۲ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ سو اللہ کو پکارو۔ ایسے حال میں کہ خالص اسی کی بندگی کرنے والے ہو۔ اور اگرچہ کافر برا مانیں۔

حاصل

یہ نکلا کہ اپنی حاجت روائی کے لئے محض ایک اللہ تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ اور جن سے وہ ناراض ہو جائے۔ وہ خود سوچیں کہ پھر ان سے کیا سلوک کریگا۔

دفعہ ششم

اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کرو

لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ○

سورہ حٰم السجدہ رکوع ۵ پارہ ۲۴

ترجمہ۔ سجدہ نہ سورج کو کرو۔ اور نہ چاند کو۔ اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے وہ پیدا کئے ہیں۔ اگر تم خاص اسی کی عبادت کرتے ہو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اگر تم یہ دعوے کرتے ہو کہ ہم فقط اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرنے والے ہیں۔ تو سجدہ بھی فقط اللہ تعالیٰ ہی کو کیا کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی سجدہ کرنے کی اجازت نہیں تھی

عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَقُلْتُ لَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَقُّ أَنْ يُسْجَدَ لَهُ فَأَتَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ إِنِّي أَتَيْتُ الْحِيرَةَ فَرَأَيْتُهُمْ يَسْجُدُونَ لِمَرْزُبَانٍ لَهُمْ فَأَنْتَ أَحَقُّ بِأَنْ يُسْجَدَ لَكَ فَقَالَ لِي أَرَأَيْتَ لَوْ مَرَرْتَ بِقَبْرِي أَكُنْتَ تَسْجُدُ لَهُ فَقُلْتُ لَا فَقَالَ لَا تَفْعَلُوا لَوْ كُنْتُ آمِرًا أَحَدًا أَنْ يَسْجُدَ لِأَحَدٍ لَأَمَرْتُ النِّسَاءَ أَنْ يَسْجُدْنَ لِأَزْوَاجِهِنَّ لِمَا جَعَلَ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِنَّ مِنَ الْحَقِّ۔ رواہ ابوداؤد ورواہ احمد عن معاذ بن جبل۔

ترجمہ۔ قیس بن سعد سے روایت ہے۔ کہا میں حیرہ (شہر) میں گیا تھا۔ میں نے ان لوگوں کو دیکھا۔ کہ وہ اپنے مرزبان (ایک بہت بڑا سرکاری عہدہ دار) کو سجدہ کر رہے تھے۔ پس میں نے کہا البتہ رسول اللہ اس بات کے بہت زیادہ حقدار ہیں کہ آپ کو سجدہ کیا جائے۔ پھر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ پھر نے عرض کی۔ میں حیرہ میں گیا تھا۔ پھر میں نے انہیں دیکھا کہ وہ اپنے مرزبان کو سجدہ کر رہے تھے پس اس بات کے زیادہ حقدار ہیں آپ کو سجدہ کیا جائے پھر آپ نے مجھے فرمایا بتلا کہ اگر تو میری قبر کے پاس سے گزریگا۔ کیا تو اس قبر کو بھی سجدہ کرے گا۔ پھر میں نے عرض کی نہیں (یعنی آپ کی قبر کو

سجدہ نہیں کروں گا) پھر آپ نے فرمایا۔ مت کرو۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا۔ کہ کسی کو سجدہ کرے۔ البتہ عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے خاوندوں کو سجدہ کریں بسبب اس کے کہ اللہ نے مردوں کا حق عورتوں پر کیا ہے۔

حاصل

اس حدیث شریف سے دو چیزیں بالکل واضح طور پر ثابت ہوگئیں۔ کہ آپؐ کی مبارک زندگی میں آپؐ کے وجود مسعود کو سجدہ کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ اور آپ کے مزار مبارک پر بھی سجدہ کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

مسلمانوں میں قبروں پر سجدہ کرنیکی رسم کہاں سے آئی

عَنْ عَائِشَۃَ رضؓ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ لَمْ یَقُمْ مِنْہُ لَعَنَ اللّٰہُ الْیَھُوْدَ وَالنَّصَارٰی اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ مَسَاجِدَ متفق علیہ

ترجمہ۔ عائشہؓ سے روایت ہے۔ تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بیماری میں فرمایا۔ جس سے آپؐ اُٹھے نہیں (یعنی دُنیا سے تشریف لے گئے۔ اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیا۔

حاصل

یہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبیوں کی قبروں پر سجدہ کرنے کے باعث یہود اور نصاریٰ پر لعنت فرما رہے ہیں۔ جب انبیاء علیہم السلام کی قبروں پر سجدہ کرنے کی سخت ممانعت کی گئی۔ تو کیا بزرگان دین کی قبروں پر سجدہ جائز ہو سکتا ہے۔ وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

فقط ایک

مَیں نے فہرست میں مسلمان کے دس عقدوں کا ذکر کیا تھا۔ تفصیل فقط ایک عقد کی پیش کی گئی ہے۔ انشاء اللہ تعالےٰ باقی تو عقدوں کے متعلق آئندہ عرض کرونگا

مجلس ذکر

مرتبہ چوہدری عبدالرحمن خاں صاحب

منعقدہ ۲۷ صفر المظفر ۱۳۷۶ھ مطابق ۴؍ اکتوبر ۱۹۵۶ء

ذکر کے بعد مخدومنا و مرشدنا حضرت مولانا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

ہادی کے آنے کے بعد انسانوں کی تین قسمیں ہو جاتی ہیں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اما بعد:۔ میں ہمیشہ عرض کیا کرتا ہوں کہ یہ خصوصی اجتماع ان احباب کے لئے ہوتا ہے۔ جن کی خبرگیری اور تربیت اللہ تعالےٰ نے اس گنہگار کے ذمہ ڈال دی ہے۔ اس اجتماع کا مقصد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ مجھ سے اور آپ سے راضی ہو جائے۔ ہمارا سب کا باطن پاک ہو جائے۔ اور ہم امراض روحانی سے شفایاب ہوکر دنیا سے جائیں۔ اگر یہاں امراض روحانی سے شفا نہ ہوئی۔ تو اللہ تعالےٰ کے ہاں ان امراض کے علاج کے لئے ایک ہی ہسپتال ہے اس کا نام دوزخ ہے۔ لاہور کے میو ہسپتال کی طرح اس میں مختلف وارڈ ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو دنیا سے ان امراض سے شفایاب ہوکر جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالےٰ کے بعض بندوں کو اس کا شوق ہوتا ہے۔ کہ ان کو ان امراض سے شفا نصیب ہو جائے ہر ایک کو یہ شوق نصیب نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ شوق نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔

مسلمانوں کی اکثریت بلکہ ۹۹ فیصدی مسلمان امراض روحانی میں مبتلا ہیں۔ ایک فیصدی بمشکل شفایاب ہوگی۔ عام طور پر پاکیزگی کے لئے دو لفظ استعمال کئے جاتے ہیں۔ ۱۔ طہارت ۲۔ تزکیہ۔ طہارت ظاہر کی پاکیزگی کو کہتے ہیں۔ اور تزکیہ باطن کی پاکیزگی کا نام ہے۔ امراض روحانی کی سمجھ بھی ہر ایک کو نہیں ہوتی عوام کو تو جانے دیجئے۔ تعلیم یافتہ کی اکثریت کو بھی ان کا پتہ نہیں۔ تعلیم دو قسم کی ہے۔ ۱۔ تعلیم قدیم۔ یہ مدارس عربیہ میں دی جاتی ہے اس کے فارغ التحصیل علمائے کرام ہیں۔ ۲۔ تعلیم جدید یہ سکولوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے۔ اس کے فارغ التحصیل بی اے اور ایم اے ہیں۔ بی اے اور ایم اے تو امراض روحانی سے روشناس بھی نہیں ہوتے ان کو تو ان کی سمجھ ہی نہیں۔ علمائے کرام امراض روحانی سے تعلیم حاصل کرنے کے وقت اس طرح عبور کر جاتے ہیں۔ جیسے مسافر لاہور سے خیبر میل میں سوار ہوکر راتوں رات دریائے راوی۔ چناب اور جہلم عبور کر جاتے ہیں اور صبح راولپنڈی پہنچ جاتے ہیں۔ پتہ ہی نہ لگتا کہ کب دریا آیا۔ تعلیم جدید میں پرائمری سے ایم اے تک امراض روحانی کا نام بھی نہیں آتا مدارس عربیہ میں کان رو شناس ہو جاتے ہیں مگر دل آشنا نہیں ہوتا۔ میں دونوں کو جانتا ہوں۔ ۴۰ سال سے لاہور میں اور اس سے قبل دہلی میں میرا دونوں سے تعلق رہا ہے۔ انگریز مجھے دہلی سے لاہور حضرت مولانا عبید اللہ سندھی کے متعلقہ مقدمہ سازش میں ہتھکڑی لگا کر لایا تھا اس کا شائد خیال ہوگا۔ کہ یہ لاہور کی گلیوں میں بے کار پھر کر مر جائے گا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے مجھے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کی اشاعت کی توفیق عطا فرمائی۔ بالخصوص تقریبًا ہر سال دورۂ تفسیر کی توفیق عطا فرمائی۔ جو علمائے کرام کے لئے مخصوص ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذلک۔

انگریز سمجھتا تھا۔ کہ اگر اسلام زندہ ہوگیا۔ تو میری موت ہے۔ وہ چاہتا تھا۔ مسلمانوں کی تہذیب میری تہذیب ہو۔ وہ بظاہر کالے ہوں۔ مگر اندر سے میرے ہم نوا ہوں۔

مجھ سے اللہ تعالےٰ طلبائے علوم دینیہ کی بھی ۴۴ سال سے خدمت لے رہا ہے۔ ان

ہیں بھی روپے کا لالچ بی اے اور ایم اے کی طرح ہوتا ہے۔ حالانکہ مقدمہ جرذیل آیات پران کا بارہا عبور ہوتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ

(سورہ الطلاق رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اللہ اس کے لئے نجات کی صورت نکال دیتا ہے اور اسے رزق دیتا ہے۔ جہاں سے اسے گمان بھی نہ ہو۔

وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ۔

(سورہ الطلاق رکوع ۱ پ ۲۸)

ترجمہ۔ اور جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے۔ سو وہی اس کو کافی ہے۔

ایک دفعہ مزنگ کے ایک دوست نے مجھ سے ایک عالم کے لئے کہا میں نے علماء کلاس کے ایک فارغ التحصیل مولوی صاحب کو بھیجا۔ یہ ہمارے ایم اے ہیں۔ تنخواہ مقرر ہو چکی تھی۔ دو وقت کے کھانے کا انتظام ہو چکا تھا۔ مولوی صاحب کی لاہور سے باہر ضرورت تھی۔ وہ ان کو وہاں چھوڑ کر واپس آنے لگے۔ تو اپنی جیب سے مبلغ پانچ روپے ناشتہ کے لئے دے کر مسجد سے باہر نکل آئے۔ تو مولوی صاحب دوڑتے ہوئے آئے کہ جب یہ ختم ہو جائیں۔ تو پھر کہاں سے لوں۔ حالانکہ سب کچھ پڑھ کر آئے ہیں۔ جو اللہ کے نام پر کام کرتے ہیں۔ وہ ان کی غیبی امداد فرماتے ہیں۔ ان کو یہ پتہ نہیں ہوتا کہ کب آئے گا۔ کہاں سے آئے گا۔ کس کے ذریعہ آئے گا۔ رات کو آئے گا۔ یا دن کو۔ کوئی مصافحہ کر کے ہاتھ میں دے جائے گا۔ یا لفافہ میں بند کر کے دے گا۔ ان کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ کہ اللہ تعالیٰ کہاں سے بھیجینگے۔

دوستاں را کجا کنی محروم۔ تو کہ با دشمناں نظرداری

اللہ تعالےٰ اگر اپنے دشمن (کافروں) کو بھوکا نہیں رہنے دیتا۔ تو وہ اپنے دین کا کام کرنے والوں کو کب محروم کر سکتا ہے۔ علمائے کرام بھی انگریزی دانوں کی طرح علم کی قیمت مانگتے ہیں۔ دونوں کی حرص پوری نہیں ہوتی۔ دونوں اور اور کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ انگریز جانتا تھا کہ قرآن میں کیا ہے۔ وہ اگر اسلام کو زندہ کرتا۔ تو اس کا کہاں ٹھکانا تھا۔ یہ مجلس تزکیۂ باطن کے لئے ہوتی ہے۔ اس دنیا میں امراض روحانی کے علاج کے لئے مساجد ہیں قرآن نسخہ جات روحانی کا مجموعہ ہے۔ اور ہادی معالج روحانی ہوتے ہیں۔ یہ صوفیائے عظام ہیں۔ جن کو اللہ تعالےٰ امراض روحانی کے سمجھنے کی توفیق عطا فرما دیتے ہیں۔ تربیت کے بغیر علمائے کرام میں بھی حسد کبر اور عجب الا ماشاء اللہ اسی طرح ہوتا ہے۔ جس طرح بی اے اور ایم اے میں ہوتا ہے۔ وہ بھی دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ کسی اللہ والے نے کہا ہے۔

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ بعض اللہ والے ایسے ہوتے ہیں۔ کہ لاہوری ان کے منہ پر بھی تھوکنا گوارہ نہ کریں۔ مگر ان کے جوتوں پر بھی اللہ تعالےٰ کی اتنی رحمت نازل ہوتی ہے۔ جتنی دنیا دار کی ٹوپی اور ہیٹ پر نہیں ہوتی اس قسم کے اللہ والے پبلک پلیٹ فارم پر کام کرنے والے نہیں ہوتے۔ لاہور میں پانچ ہزار کے قریب بدمعاشی کے اڈے ہیں۔ اور یہ محتاط رپورٹ ہے۔ یہ غضب الٰہی کو دعوت دینے والے کام ہیں۔ اگر اس قسم کے اللہ کے بندے نہ ہوتے تو لاہور کوئٹہ سے پہلے غرق ہو جاتا اولیاء کرام کی بے شمار قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم اللہ کی رحمت کو کشش کرنے والوں کی ہے۔ امراض روحانی جسمانی بیماریوں کی طرح بے شمار ہیں۔ ان میں سے حسد۔ کبر۔ عجب چند موٹے موٹے امراض روحانی ہیں۔ حسد یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ نے فلاں شخص کو فلاں نعمت کیوں دی۔ اس سے چھن جائے اور مجھے مل جائے کبر کے متعلق حضور کا اپنا ارشاد ہے بطر الحق وغمط الناس (حق کا انکار کرنا اور دوسرے لوگوں کو ذلیل جاننا) عجب یہ ہے۔ کہ کام تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہو جائے۔ اور انسان اسے اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ سمجھے خدا پرستوں کا شیوہ ہے۔ کہ وہ ہر کام میں کامیابی کو اللہ کا فضل سمجھتے ہیں۔ اپنی محنت اور قابلیت کا نتیجہ نہیں خیال کرتے ہیں۔ ہر کام میں بیسیوں واسطے ہوتے ہیں۔ مگر خدا پرست سب کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ مثلاً کسی کے لڑکے پر قتل کا مقدمہ بن گیا۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ اگر دیندار ہے تو یہی کہیگا۔ کہ اے اللہ کیس تو بڑا سخت بنا تھا۔ مگر تیرے فضل سے لڑکا بری ہو گیا۔ اس کے مقابلہ میں ایک دنیا دار یہ کہے گا۔ کہ کیس تو بڑا سخت بنا تھا۔ مگر ہم نے لائل پور اور لاہور ایک کر دیا۔ صبح لائل پور تو شام کو لاہور میں گزارتے تھے۔ اعلیٰ سے اعلیٰ وکیل کئے پیسہ پانی کی طرح بہا دیا۔ تب جا کر لڑکا بری ہوا۔ خدا کا کہیں نام نہیں آئے گا۔ حالانکہ روپیہ۔ صحت۔ دماغ میں عقل سب کچھ اسی کا دیا ہوا ہے۔ اگر غریب ہوتے تو کہاں سے خرچ کرتے۔ اگر بیمار ہوتے۔ تو کیا کر سکتے؟ ہادی مطلع نہ کرے تو امراض روحانی کا علم بھی نہیں ہوتا۔

آدمؑ کے دو صاحبزادے تھے۔ قابیل اور ہابیل۔ قابیل حاسد اور ہابیل محسود ہے دونوں نے اللہ کے حکم سے قربانی کی۔ ہابیل کی قبول ہو گئی۔ اور قابیل کی قبول نہ ہوئی۔ اس پر قابیل کے دل میں حسد پیدا ہوا۔ وہ ہابیل سے کہتا ہے۔ کہ میں تجھے مار ڈالوں گا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَيْ اٰدَمَ بِالْحَقِّ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ قَالَ لَاَقْتُلَنَّكَ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ لَئِنْۢ بَسَطْتَّ اِلَيَّ يَدَكَ لِتَقْتُلَنِيْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِيَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ اِنِّيْٓ اُرِيْدُ اَنْ تَبُوْٓءَا بِاِثْمِيْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الظّٰلِمِيْنَ

(سورہ المائدہ رکوع ۵ پ ۶)

(ترجمہ آپ اہل کتاب کو آدمؑ کے دو بیٹوں کا قصہ صحیح طور پر پڑھ کر سنا دیں۔ جب ان دونوں نے قربانی کی ان میں سے ایک کی قربانی قبول ہو گئی۔ اور دوسرے کی نہ ہوئی اس نے کہا میں تجھے مار ڈالوں گا۔ اس نے جواب دیا۔ اللہ پرہیزگاروں سے ہی قبول کرتا ہے۔ اگر تو مجھے قتل کرنے کیلئے ہاتھ بڑھائیگا تو میں تجھے قتل کرنے کے لئے ہاتھ نہ اٹھاؤں گا۔ میں اللہ رب العلمین سے ڈرتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ میرا اور اپنا گناہ تو ہی سمیٹ لے۔ اور دوزخی بن جائے ظالموں کی یہی سزا ہے)

قابیل مرض حسد کا مریض تھا۔ قبول کرنے یا نہ کرنے والا تو اللہ تعالےٰ ہے۔ اور قتل بھائی کو کرتا ہے۔

قارون مرض عجب کا مریض ہے۔ اللہ والے اس کو سمجھاتے ہیں۔

اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ اس سارے وعظ کا وہ جواب دیتا ہے۔ قَالَ اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ (سورہ القصص رکوع ۸ پ ۲۰)

(ترجمہ۔ جب اس (قارون) سے اس کی قوم نے کہا اترا مت۔ بے شک اللہ اترانے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جو کچھ تجھے اللہ نے دیا ہے۔ اس سے آخرت کا

گھر حاصل کر اور اپنا حصہ دنیا میں سے
نہ بھول اور بھلائی کر جس طرح اللہ
نے تیرے ساتھ بھلائی کی ہے۔ اور
ملک میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ بیشک
اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا
کہا یہ تو مجھے ایک ہنر سے ملا ہے
جو میرے پاس ہے)

قارون فرعون کا ٹھیکیدار تھا۔ اس نے حلال حرام سب اکٹھا کر رکھا تھا۔ جب اس کے خلاف اللہ کا غضب بھڑکا تو اس کو اور اس کی ساری دولت کو زمین میں دھنسا دیا۔ تاکہ یہ خبیث مال کسی کے پیٹ میں بھی نہ جانے پائے اس کے متعلق اسی رکوع میں آگے چل کر فرماتے ہیں۔ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ (پھر ہم نے اسے اور اس کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا) اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو امراض روحانی سے پاک کرکے دنیا سے اٹھائے آمین یا الٰہ العالمین۔

قرآن اسلام کا متن ہے۔ احادیث اس کی شرح ہیں۔ حضورؐ نے دونوں کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُولِهِ

(ترجمہ۔ میں تم میں دو چیزیں چھوڑ
رہا ہوں۔ جب تک ان دونوں کو
مضبوط پکڑے رکھو گے ہرگز گمراہ نہ
ہوگے۔ (یہ دو چیزیں ہیں) اللہ تعالیٰ
کی کتاب (قرآن) اور حضورؐ کی سنت (حدیث)

یہ تمہید ہی تھی۔ عرض مجھے کچھ اور کرنا ہے تمہید میں ہی زیادہ وقت لگ گیا۔ انسان کو اصلاح باطن کی ضرورت ہے۔ ہادی اصلاح باطن کرتا ہے۔ مگر ہر شخص اپنی خداداد استعداد کے مطابق فائدہ حاصل کرتا ہے۔ جیسے مالی محنت کرتا ہے۔ اگر زمین قابل کاشت ہو۔ تو کہیں گلاب۔ کہیں چنبیلی اور کہیں موتیا نظر آتا ہے حضورؐ کا ارشاد ہے۔ كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ۔

(ترجمہ۔ ہر بچہ فطرۃ (سلیمہ) پر پیدا
کیا جاتا ہے۔ پھر ماں باپ اس کو
یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں)

فطرۃ سلیمہ سے مراد ہے۔ قبولیت حق کی استعداد۔ بعض انسان یہاں آکر مسخ ہو جاتے ہیں۔ ان کا ذکر سورہ البقرہ کے پہلے رکوع میں آتا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَوَاءٌ عَلَيْهِمْ أَأَنْذَرْتَهُمْ أَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ وَعَلَى سَمْعِهِمْ وَعَلَى أَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ۔

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ انکار کر چکے
ہیں برابر ہے انہیں تو ڈرائے یا نہ
ڈرائے وہ ایمان نہیں لائیں گے اللہ
نے اُن کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا
دی ہے۔ اور اُن کی آنکھوں پر پردہ
ہے اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے

یہ ماں کے پیٹ سے تو فطرۃ سلیمہ لے کر آئے تھے۔ مگر یہاں آکر نور فطرۃ کھو بیٹھے۔ جیسے بعض بچے ماں کے پیٹ سے تو بینا پیدا ہوتے ہیں۔ مگر بعد میں چیچک کے دانے آنکھوں میں نکل آئے اور اندھے ہو گئے۔ دوسری جگہ ان کا ذکر یوں فرماتے ہیں۔

بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَأَحَاطَتْ بِهِ خَطِيئَتُهُ فَأُولٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

ترجمہ۔ ہاں جس نے کوئی گناہ کیا
اور اسے اس کے گناہ نے گھیر
لیا سو وہی دوزخی ہیں وہ اس میں
ہمیشہ رہیں گے۔

اس کے متعلق حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ انسان جب نیک کام کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سفید نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اور جب گناہ کرتا ہے۔ تو ایک سیاہ نقطہ پڑ جاتا ہے۔ اگر توبہ کے پانی سے اس کو دھو ڈالا تو صاف ہو گیا۔ اسی لئے حضورؐ فرماتے ہیں۔ التائب من الذنب كمن لا ذنب له۔ اگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی تو آہستہ آہستہ سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھئے کہ لوہا زمین میں دفن کر دیا جائے تو آہستہ آہستہ سارا زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ پھر وہ لوہا نہیں رہتا بلکہ مٹی ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے ممسوخ الفطرۃ لوگوں کو اللہ تعالیٰ بھی اپنے دروازے سے ہٹا دیتے ہیں۔ ان کے دلوں کانوں اور آنکھوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ تھیلی پر مہر لگا دی جائے۔ تو اندر کی چیز باہر نہیں آسکتی اور باہر کی اندر نہیں جاسکتی۔ اس کے بعد نہ حق کی آواز سن سکتے ہیں۔ نہ حق کی بات سمجھ سکتے ہیں۔ یہ ایک قسم ہے انسانوں کی مسخ ہو جانے کے بعد ہادی بھی ان کو راہ راست پر نہیں لا سکتا۔

دوسری قسم کے انسانوں کا ذکر اس آیت میں فرماتے ہیں۔

رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ آمِنُوا بِرَبِّكُمْ فَآمَنَّا رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّئَاتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ رکوع ۲۰ پ

ترجمہ۔ اے رب ہمارے ہم نے ایک
پکارنے والے سے سنا جو ایمان لانے
کو پکارتا تھا کہ اپنے رب پر ایمان
لاؤ سو ہم ایمان لے آئے اے رب
ہمارے اب ہمارے گناہ بخش دے
اور ہم سے ہماری برائیاں دور کر دے
اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے

یہ فطرۃ سلیمہ والے ہیں۔ یہ اب ایمان لائے ہیں۔ پہلے تو گناہوں میں مبتلا تھے۔ اس لئے ایمان لانے کے بعد گناہوں کی معافی کی بھی درخواست کر رہے ہیں۔ زندگی میں ان کی یہ حالت ہے مرنے کے متعلق ان کی خواہش ہے۔ کہ ان کی موت نیکوں کے ساتھ آئے پہلی قسم بالکل بگڑے ہوئے انسانوں کی تھی۔ دوسری قسم کے انسان بالکل ٹھیک ہیں تیسری قسم بین بین ہے۔ وہ نہ بالکل بگڑے ہوئے اور نہ بالکل ٹھیک ہیں۔ اگر خوش قسمتی سے قرآن کی صحبت میں آگئے۔ تو وہ دوسری قسم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ میں درس میں کہا کرتا ہوں کہ قرآن میں انقلابی طاقت ہے۔ اصل ہادی تو قرآن ہی ہے۔ پہلے کفر کی رسموں پر اڑتے اور لڑتے تھے، آہستہ آہستہ قرآن نے کایا پلٹ دی۔ اب خلاف شرع رسمیں کرنے والوں سے لڑتے ہیں۔

میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے لاہور میں آکر میں نے جتنا انسانوں کا شکار کھیلا ہے اور کسی نے نہیں کھیلا۔ پہلے یا ٹھیٹھ بدعتی تھے یا مسجد چینیاں والی میں اہلحدیث تھے اکثریت بدعتیوں کی تھی۔ اہل حدیث اقلیت میں تھے۔ جمعۃ الوداع میں جتنا مجمع ہوتا ہے۔ یہ سب بدعتیوں سے نکل کر آئے ہوئے ہیں میں کھری کھری باتیں کہتا ہوں۔ عام مسلمان تو سمجھ جاتے ہیں۔ کہ بات ٹھیک کہتا ہے۔ ائمہ مساجد کہتے ہیں۔ کہ ختم درود کا مخالف ہے۔ میں ختم درود کا قائل ہوں۔ بشرطیکہ مال حلال کا ہو نیت میں اخلاص ہو اور مستحقین کو کھلایا جائے میں حرام کے ختم کا مخالف ہوں۔ اکثر ختم حرام کے مال سے ہوتے ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالَ الْيَتَامَىٰ ظُلْمًا إِنَّمَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ نَارًا وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيرًا۔ (سورہ النساء رکوع ۱ پ ۴)

ترجمہ۔ بے شک جو لوگ یتیموں کا
مال ناحق کھاتے ہیں۔ وہ اپنے پیٹ
آگ سے بھرتے ہیں۔ اور عنقریب
آگ میں داخل ہوں گے۔

ہادی جب آتا ہے۔ تو لوگ تین قسم کے ہو جاتے ہیں۔ ۱۔ بگڑے ہوئے ۲۔ سلیم الفطرۃ۔ ۳۔ بین بین تیسری قسم کے لوگوں کو قرآن کی برکت سے ہدایت ہو جاتی ہے۔ مولانا عبداللہ صاحب لطاری میرے دوست ہیں۔ آج کل وہ ساگر میں

(باقی صفحہ ۱۷ پر)

مُسدّس

اِصلاحِ کالج

از حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی

(۶)

بسلسلہ اشاعت ۲۸-ستمبر خُدّام الدین لاہور

جو نوخیز. یورپ زدہ کالجی ہے   جسے دین و ملت سے ناواقفی ہے
وہ یورپ کی ہر شے جو دل میں جمی ہے   جو کہدے یہی مذہب واقعی ہے
اسی کا دل وجاں سے یہ دم بھریگا
ہراک چیز اس پر نچھاور کرے گا

مگر ہائے افسوس حالت وہی ہے   کہ ابتک بھی لامذہبیت وُہی ہے
نصابوں کتابوں کی رنگت وہی ہے   غلامی کی ابتک یہ خصلت وُہی ہے
حکومت تو بدلی ہے حالت نہ بدلی
نہ بدلی یہ کالج کی رنگت نہ بدلی

یہ تحریک دن رات پھولے پھلے گی   بڑے زور سے تیزیوں سے چلے گی
کہ دولت بھی اس میں چھنا چھن ملیگی   ہوس جاہ و ثروت کی اس میں ملیگی
بلا سے مسلمان جہنم میں جائیں
مگر ان کی جیبوں میں پیسے تو آئیں

دیئے ہم کو یورپ نے چکموں پہ چکمے   دیئے روز و شب خوب دھوکے ہی دھوکے
جھنجوڑا ہمیں خوب احمق بنا کے   مگر ہم وہ سوئے کہ اب تک نہ چونکے
اب آزاد ہو کے تو ہم آنکھ کھولیں
غلامی کے داغوں کو اب دل سے دھولیں

ملیں قوم کو راہبر ایسے ایسے   اڈیٹر ہوں پیدا اگر ایسے ایسے
قیادت میں آئیں نظر ایسے ایسے   صحافی بھی ہوں نامور ایسے ایسے
تو پھر قوم کا کہئے کیا ہو ٹھکانا
ہلاکت کو پھر چاہیئے کیا بہانا

کریں ملک کو پاک ناپاکیوں سے   سنبھل جائیں یورپ کی چالاکیوں سے
بچا قوم کو لیں خطرناکیوں سے   کہ لیں کام جرأت سے بیباکیوں سے
ہے اِک نکتہ میں انقلاب آفرینی
وہ بیدین ماحول تھا اب ہو دینی

جہاں کوئی اسکول کالج نہیں ہے   یہ بیدینی ایسی وہاں کیا کہیں ہے
یہ مہدی نبی فتنہ ہر اک وہیں ہے   نئی روشنی کی جہاں خورد بیں ہے
غرض سارے فتنے یہ سارے جرائم
ہیں بیدین اسکول و کالج سے قائم

مدرس ہوں جب دینداری میں کامل   تو بچے بھی ہوں دینداری کے حامل
دلوں میں ہو اسلام اسی پر ہوں عامل   ہو رگ رگ میں اسلامیت ان کے شامل
بنیں کالجوں سے ہی پکّے مسلماں
خدا پر بھروسہ ہو پختہ ہو ایماں

تباہی میں یورپ نے ایسا دھکیلا   مصائب کو ہر ایک نے خوب جھیلا
معاشی پریشانیوں کا جھمیلا   ادھر دین میں روز فتنوں کا ریلا
ذرا ہوش میں ابتو ہم لوگ آئیں
خدا کے لئے اپنی بگڑی بنائیں

اُدھر سادگی کا وہاں ہو یہ عالم   کہ خرچوں کے صیغے ہیں خوب کم کم
نصابوں میں اسلام ہو خوب مدغم   کتابوں میں ہو دین کا رنگ پیہم
تو پیدا ہوں پھر اُن سے ایمان والے
جہاں بھر میں یکتا بڑی شان والے

جناب آج کل تو حکومت ہے اپنی   نظام اپنا بالکل وزارت ہے اپنی
یہ کہتے ہیں آزاد طاقت ہے اپنی   ہمیں خود بھی محسوس قوت ہے اپنی
حکومت خداداد انعامیہ ہے
یہ جمہوریہ پاک اسلامیہ ہے

یہی سب مضامین ان کو پڑھائیں   یہ سائنس اور حرفتیں بھی سکھائیں
مگر سب فنوں کو مسلماں بنائیں   جو پڑھنے سے ایمان کو بھی بڑھائیں
یہ مطلب نہیں ہے کہ سب مولوی ہوں
مگر ہاں مسلماں ہوں ایماں قوی ہوں

(باقی باقی)

القرآن

تاریخی معجزہ اور نسخہ شفا

قرآن عزیز انسانی زندگی کا خدائی دستور العمل ہے۔ اس کا مقابلہ کوئی انسانی قانون نہیں کرسکا اور نہ کرسکتا ہے۔ یہ وہ آفتاب حق ہے جس کے طلوع سے دُنیا کی تمام تاریکیاں دُور ہو جاتی ہیں۔ جب یہ کلام پاک آیا تو عرب کی یہ حالت تھی کہ آپس میں جُدائیاں تھیں۔ اُلفت کا شیرازہ بکھرا ہُوا تھا۔ ہم آہنگی مفقود تھی۔ حالات پریشان تھے۔ لوگ ذلت و ادبار کا شکار تھے۔ فقرو فاقہ میں گرفتار تھے۔ نہ کوئی ایسی دعوت تھی کہ اس کے پروں تلے آکر اپنا بچاؤ کرتے۔ نہ کوئی سایۂ اُلفت تھا کہ اس کی قوت پر اعتماد کرتے۔ آوے کا آوا ہی بگڑا ہُوا تھا اتحاد و اتفاق کا نام و نشان ہی مفقود تھا اپنی اپنی ڈفلی تھی اور اپنا اپنا راگ۔ ایک بلائے عظیم مسلّط تھی۔ جہالت کا دَور دَورہ تھا۔ بیٹیاں زندہ درگور کی جا رہی تھیں۔ بُت پُج رہے تھے۔ پیوند کٹ رہے تھے۔ غارت گری کا بازار گرم تھا۔

جب ان ہی لوگوں نے قرآن عزیز کی روشنی پائی تو ان کے افکار یک رُو۔ خیالات یک سو۔ دل درست اور بازو ہمدست ہوگئے۔ وہ مِلّتِ قرآن کی اطاعت پر کمربستہ اور دعوت قرآن پر ہم آہنگ ہوگئے اور ایک غالب ثابت سلطنت کے سائے میں آرام کرنے لگے۔

وہ اطراف زمین پر قابض اور اکناف عالم پر حکمران ہو گئے۔ اور جن کے زیر نگیں رہ چکے تھے ان پر فرمانروائی کرنے لگے۔

قرآن آیا تو حالت یہ تھی کہ جاہلیت عرب کے رگ و پے میں سرایت کرچکی تھی اب قرآن نے یہی نہیں کیا ــــ کہ ان کی عقلوں کو خام ٹھہرایا۔ ان کے بُتوں کو اوندھا کردیا۔ اور جن باتوں کے وہ خُوگر تھے ان میں سے اکثر کا صفایا کردیا بلکہ ان کو ایسا بنا دیا گویا وہ کوئی نئی مخلوق ہیں اور ان کی نشوونما ہی آداب قرآنی پر ہوئی۔ قرآن پاک نے اُن کی مذموم عصبیت دور کردی۔

اور ان کے عوض اعلےٰ صلاحیتوں۔ ستودہ کاموں۔ اچھی اچھی باتوں اور قابلِ تعریف خصلتوں کی پاس داری ان میں بھردی مثلاً ہمسایہ کا پاس۔ عہد کی وفا۔ قتل کی بُرائی نیکی کی طاقت۔ تکبّر کی نافرمانی۔ فضیلت کا لینا۔ بغاوت سے رُکنا۔ خلقِ خدا سے انصاف۔ غُصّہ کا پی جانا اور فتنہ و فساد سے پرہیز۔ ان کے دل قرآن سے وابستہ ہوگئے۔

قرآن میں وہ قوت تھی کہ وہ اس کا مقابلہ نہ کرسکے اور ان کے سر جُھک گئے۔ قرآن اگر فصیح نہ ہوتا۔ یا اس کی فصاحت معجزہ نہ ہوتی۔ تو اس کی وہ منزلت نہ ہوتی۔ جو اس کو حاصل ہے۔ عرب کے ادیب و خطیب بے تکان اُس کی آیت آیت کے پرخچے اُڑا کر رکھ دیتے۔ لیکن قرآن کی معجز نما فصاحت کے سامنے ساری دنیا کو عجم کہنے والے خود گنگ ہوگئے۔

عرب کے غیر مہذب اور وحشی قبائل کی روحیں بیدار ہو گئیں۔ وہ حق کے طالب بن گئے اور اطراف عالم میں اس کی اشاعت کرنے لگے۔ یہی لوگ عبادت میں اس درجہ کو پہنچ گئے کہ تپسیا رہبانیت کے علمبردار ان کے سامنے مات ہوکر رہ گئے وہ دین میں قوی۔ سمجھ میں ہوشیار۔ یقین میں مومن۔ علم میں حریص۔ بردباری میں دانشمند۔ تونگری میں میانہ روی عبادت میں خاشع۔ فاقہ میں باوقار۔ شدت میں صابر۔ حلال کے طالب ہدایت میں چست۔ طمع سے بیزار۔ روحانیت میں اس درجہ بلندی تک فائز ہونے کے باوجود دنیا اور دُنیا کے کاروبار سے دست کش نہیں ہوئے۔ بلکہ اس کے کاموں کو صدق و اخلاص سے سرانجام دینے لگے۔ تب اللہ تعالےٰ نے ان کی ذلّت کو عزّت سے اور خوف کو امن سے بدل دیا اور اُن کو شاہانِ جہاں اور پیشوایانِ عالم بنا دیا۔

قرآن انسانیت کا طبیب ہے اور کوئی حاذق سے حاذق طبیب ایسا نہیں ہے جو شفاءٌ لما فی الصدور کا مقابلہ کرسکے۔ یہ قرآن ہی کا کام تھا کہ اس نے عرب جیسے اکھڑ ملک کی کایا پلٹ دی۔ تاریخ میں کسی ایسی اجتماعی سنگت کا سراغ نہیں ملتا۔ جس کو اس پہلی سنگت کا ہم پلّہ قرار دیا جاسکے جو صدرِ اسلام میں بر آمد ہوئی جبکہ قرآن ہی ایک ایسا مینار تھا۔ جس کی روشنی میں منزلِ مقصود تلاش کی جاتی تھی۔ فلسفہ باوجود اپنی گوناگونیوں کے کسی زمانے میں ایسے لوگ پیدا نہیں کرسکا۔ جیسے قرآن کریم نے پیدا کئے تھے۔

یہ لوگ علوّ نفس۔ صفاء طبع۔ دل کی نرمی۔ یقین کی پختگی۔ اخلاق کی پاکیزگی۔ امانت کی مضبوطی۔ عدل کی استواری اور حق کی پابندی وغیرہ اعلےٰ خصلتوں میں اپنا ہی جواب تھے۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب

نُسخہ شِفاء

آج انسانیت پھر مجروح ہوچکی ہے دلوں کے باغ اُجڑ چُکے ہیں۔ انسانی شرافت کا جنازہ اُٹھ گیا ہے۔ بھائی بھائی کا گلا کاٹ رہا ہے۔ ایٹم بم کی سی ایجادات نے انسانیت کو جہنم کے کنارے لے جاکر کھڑا کر دیا ہے۔ عقل و حکمت کے مالک سر پیٹ رہے ہیں کہ انہوں نے کیا کردیا۔ دُنیا پھر اپنی تعمیر کے لئے فکرمند ہے۔ لیکن کوئی تو درخت کے سوکھے پتّوں پر پانی چھڑک رہا ہے۔ اور کوئی چھلکا محفوظ کرنے کا شیدائی ہے۔ آپ ایک سوکھے ہوئے درخت کے پتّوں پر کتنا پانی چھڑکیں وہ ہرا نہیں ہوگا۔ صحیح طریق یہ ہے کہ آپ جڑ کو پانی دیں۔ پھر درخت کی ایک ایک ڈال ایک ایک پات از خود سرسبز ہو جائے گا۔ افراد قوم کے ایک ایک نقص۔ ایک ایک کمزوری میں اُلجھے رہنے سے کیا فائدہ ہوگا سب سے پہلے انسانیت کے دل میں نیکی۔ شرافت۔ عدل اور بزرگی پیدا کیجئے۔ پھر دیکھئے اس مرکز سے صاف خون پہنچتے ہی ایک ایک عضو۔ ایک ایک رگ کیسے ٹھیک ہو جاتی ہے۔

رسول پاکؐ صلی اللہ علیہ وسلّم کی قوم میں ہزاروں بیماریاں تھیں۔ حضورؐ نے انہیں قرآن سکھایا۔ نتیجہ یہ ہُوا کہ جس طرح ایک جنرل ٹانک سارے جسم کی کایا پلٹ دیتی ہے اور جسم کی اصل قوت و توانائی آجانے کے بعد کسی چورن اور گولی کی حاجت نہیں۔ بلکہ تمام سسٹم از خود درست

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

اللہ تعالےٰ کی نیک بندیاں

حضرت موسیٰؑ کی والدہ کا ذکر

ان کا نام یوخاند ہے - جس زمانہ میں فرعون کو پنڈتوں نے ڈرایا تھا کہ بنی اسرائیل کی قوم میں ایک لڑکا ایسا پیدا ہو گا - جو تیری بادشاہی کو غارت کرے گا - اور فرعون نے حکم دیا کہ جو لڑکا بنی اسرائیل میں پیدا ہو اُس کو قتل کر ڈالو - چنانچہ ہزاروں لڑکے قتل ہو گئے - ایسے نازک وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے - اس وقت خدائے تعالےٰ نے اُن بی بی کے دل میں یہ بات ڈالی جس کو الہام کہتے ہیں کہ تم بیفکر ان کو دودھ پلاتی رہو - اور جب اس کا اندیشہ ہو کہ کسی کو خبر ہو جائے گی تو اس وقت ان کو صندوق کے اندر بند کر کے دریا میں ڈال دیجیو - پھر اُن کو جس طرح ہم کو منظور ہو گا تمہارے پاس پہنچا دیں گے - چنانچہ اُنہوں نے بے دھڑک ایسا ہی کیا - اور اللہ تعالےٰ نے اپنے سب وعدے پورے کر دیئے -

فائدہ - بیبیو دیکھو ان کو خدا تعالےٰ پہ کیسا بھروسہ اور اطمینان تھا اور اس بھروسہ کی برکتیں بھی کیسی ظاہر ہوئیں -

حضرت موسےٰؑ کی بہن کا ذکر

ان کا نام بعضوں نے کہا ہے کہ مریم ہے بعضوں نے کہا ہے کہ کلثوم ہے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے اُن کو دریا میں ڈال دیا تو اُن سے کہا کہ ذرا تم کھوج لگاؤ کہ انجام کیا ہوتا ہے غرض وہ صندوق نہر میں ہو کر فرعون کے محل میں پہنچا - اور نکالا گیا تو اس کے اندر سے ایک خوبصورت بچہ ملا اور فرعون نے قتل کرنا چاہا - مگر فرعون کی بی بی نے کہ نیکبخت اور خدا ترس تھیں کہہ سن کر جان بچائی اور دونوں میاں بی بی نے اپنا بیٹا بنا کر پالنا چاہا - تو اب موسےٰؑ کسی انّا کا دودھ ہی مُنہ میں نہیں لیتے سب حیران تھے کہ کیا تدبیر کریں - اس وقت یہ بی بی یعنی حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بہن اسی کھوج میں وہاں پہنچ گئی تھیں - کہنے لگیں کہ میں ایک دودھ پلانے والی بتلاؤں - جو بہت خیر خواہ اور شفیق ہے - اور دودھ بھی اس کا بہت ستھرا ہے

آخر انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کا پتہ بتلایا وہ بُلائی گئیں - اور موسیٰ علیہ السلام اُن کے سپرد کیئے گئے اور اللہ تعالےٰ کا جو وعدہ تھا کہ ہم ان کو تمہارے پاس پُہنچا دیں گے وہ اس طرح پُورا ہُوا - **فائدہ** - دیکھو عقل بھی کیا چیز ہے - کس طرح پتہ بھی لگا لیا - اور کیسی جان جوکھوں میں اپنی ماں کی خیر خواہی اور تابعداری بجا لائیں - اور دُشمنوں کو خبر بھی نہ ہوئی -

بیبیو - ماں باپ کی تابعداری اور عقل و تمیز بڑی نعمت ہے -

حضرت موسیٰؑ کی بی بی کا ذکر

ان کا نام صفورا ہے - اور یہ حضرت شعیب علیہ السلام کی بڑی بیٹی ہیں - جب حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے مصر شہر میں ایک کافر بے ارادہ مارا گیا اور فرعون کو خبر ہوئی اس نے اپنے سرداروں سے صلاح کی کہ موسےٰ علیہ السلام کو قتل کر دینا چاہیئے - موسیٰ علیہ السلام یہ خبر پاکر پوشیدہ مدین شہر کی طرف چل دیئے - جب بستی کی حد پر پہنچے تو دیکھا بہت سے چرواہے کنویں سے کھینچ کھینچ کر اپنی بکریوں کو پانی پلا رہے ہیں - اور دو لڑکیاں اپنی بکریوں کو پانی پر جانے سے ہٹا رہی ہیں - ان دونوں لڑکیوں میں ایک حضرت موسےٰ علیہ السلام کی بی بی تھیں - اور ایک سالی - آپ نے اُن سے اس کی وجہ پوچھی انہوں نے کہا کہ ہمارے گھر کوئی مرد کام کرنیوالا ہے نہیں - اس لئے ہم کو خود کام کرنا پڑتا ہے - لیکن چونکہ ہم عورتیں ہیں - اس واسطے مردوں کے چلے جانے کی منتظر رہتی ہیں - سب کے چلے جانے کے بعد ہم اپنی بکریوں کو پانی پلا لیتی ہیں - آپ کو اُن کے حال پر رحم آیا اور خود پانی نکال کر بکریوں کو پلا دیا - اُن دونوں نے جاکر اپنے والد بزرگوار سے یہ قصّہ بیان کیا - اُنھوں نے بڑی بیٹی کو بھیجا کہ اُن بزرگ کو بُلا لاؤ - وہ شرماتی ہوئی آئیں - اور موسیٰ علیہ السلام کو اُن کا پیغام پہنچا دیا - آپ اُن کے ہمراہ ہوئے اور حضرت شعیب علیہ السلام سے ملے - انہوں نے اُن کی ہر طرح سے تسلّی کی اور فرمایا کہ مَیں چاہتا ہوں کہ ان میں سے ایک لڑکی تم سے بیاہ دوں مگر شرط یہ ہے کہ آٹھ برس یا دس برس میری بکریاں چراؤ - آپ نے منظور کیا اور بڑی بیٹی سے آپ کا نکاح ہو گیا - آپ ان کو لے کر وطن چلے تھے کہ راستہ میں سردی کی وجہ سے آگ کی ضرورت ہُوئی طور پہاڑ پر آگ نظر آئی وہاں پہنچے تو خدا کا نور تھا وہیں آپ کو پیغمبری مل گئی - **فائدہ** - دیکھو اپنے گھر کا کام کیسی محنت سے کرتی تھیں اور غیر مرد سے لاچاری کو بولیں تو کیسی شرماتی ہوئی - بیبیو تم بھی گھر کے کاموں میں آرام طلبی اور سُستی مت کیا کرو - اور شرم و حیا ہر وقت لازم سمجھو -

حضرت موسےٰؑ کی سالی کا ذکر

ان کا ذکر ابھی اُوپر آچکا ہے - ان کا نام صفیرا ہے - یہ بھی اپنی بہن کے ساتھ گھر کا کاروبار بڑی محنت سے کرتی تھیں اور باپ کی تابعداری اور خدمت بجا لاتی تھیں - **فائدہ** - بیبیو اس طرح تم بھی ماں باپ کی خدمت اور گھر کے کام میں محنت مشقت کیا کرو - جیسے کام غریب لوگ کیا کرتے ہیں - ان کو ذلّت مت سمجھو - دیکھو پیغمبر زادیوں سے تو زیادہ تمہارا رُتبہ نہیں ہے -

حضرت آسیہؓ کا ذکر

فرعون مصر کا بادشاہ جس نے خدائی کا دعوےٰ کیا تھا یہ اُس کی بی بی ہیں - خدا کی قدرت خاوند شیطان اور بی بی ایسی ولی جن کی تعریف قرآن میں آئی اور جن کی بزرگی ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس طرح فرمائی کہ مردوں میں بہت کامل ہوئے ہیں مگر عورتوں میں کوئی کمال کے رُتبہ کو نہیں پہنچی - سوا حضرت مریمؓ اور آسیہؓ کے انہوں نے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی جان بچپن میں ظالم فرعون سے بچائی تھی - جیسا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بہن کے ذکر میں گزرا - ان کی قسمت میں موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا لکھا تھا - شروع بچپن ہی سے اُن کے دل میں اُن کی محبت پیدا ہو گئی تھی - جب موسےٰؑ کو پیغمبری ملی فرعون تو ایمان نہیں لایا مگر یہ ایمان لے آئیں - فرعون کو جب ان کے ایمان لانے کی خبر ہوئی اُن پر بڑی سختی کی اور طرح طرح سے تکلیف پہنچائی - مگر انہوں نے اپنا ایمان نہیں چھوڑا - اسی حالت میں دُنیا سے اُٹھ گئیں - **فائدہ** - دیکھو

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

خلقِ عظیم کی ایک جھلک

(از جناب عبد الرشید صاحب عباسی واہ کینٹ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ گرامی دُنیائے انسانیت کے لئے امن و سلامتی کا پیغام ہے۔ زندگی پاکیزگیِ اخلاق کا ایک بہترین قابلِ عمل نمونہ ہے۔ ہر درجہ و مرتبہ اور ہر قوم و ملک کے انسانوں کے لئے آپ کی مقدس زندگی ایک مینارِ ہدایت ہے۔

دوسرے پیشوایانِ مذہب اور مصلحانِ قوم کی طرح دُنیا کے سامنے صرف آپ کی تعلیم ہی نہیں بلکہ آپ کی زندگی اور نمونۂ تعلیم بھی ہے۔ دیگر پیشوایانِ مذہب کے حالات اور جزئیاتِ زندگی اور تفاصیلِ تعلیمات باوجود کوشش کے اس وضاحت کے ساتھ نہیں ملیں گے۔ جس تفصیل اور وضاحت کے ساتھ حضورؐ انور کے حالات مل سکتے ہیں۔ قدرت نے کچھ اس طرح حفاظت کی کہ دقیق سے دقیق بات بھی منظرِ عام پر آگئی۔ کہ کسی کمی کا گمان بھی نہیں آپ کے ارشادات سے زندگی کا ہر پہلو مثلِ آفتاب روشن ہے۔ ایک دُنیا دار حضرت عیسیٰؑ یا بدھ کی زندگی کے حالات پڑھ کر ترکِ دُنیا کے سوا اور کیا سبق حاصل کرسکتا ہے؟ سری رامچندر جی کے متعلق ہمیں اس کے سوا اور کچھ پتہ نہیں کہ وہ شریف النفس والدین کے مطیع اور ایک بہادر بزرگ تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انہوں نے فرزندانہ اطاعت اور برادرانہ محبت کے اعلےٰ مظاہر دُنیا کے سامنے پیش کئے۔ لیکن انکی تمدّنی، ملکی، معاشری، عسکری اور اخلاقی زندگی کے متعلق سوائے نفی کے اور کیا کہا جاسکتا ہے۔ بلکہ سیتا جیسی جاں نثار خدمت گزار بیوی اور اپنے بچّوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ کوئی اچھا نمونہ پیش نہیں کرتے۔ سری کرشن جی کی حالت بھی یہی ہے۔ تعلیم کا ایک آدھ حصّہ موجود ہے۔ عملی زندگی کے مظاہر کچھ سبق آموز نہیں، باہم عزیزوں کے درمیان جنگ۔ یہ اور اسی قسم کی دیگر مثالیں اپنے اندر کوئی تاثر نہیں رکھتیں، زندگی کے وسیع نظام کے لئے ایک رفیع و بلند نیز پختہ و پائدار نظام کی ضرورت ہے، جس میں اخلاق، معاشرہ۔ عسکرہ۔ تمدّن، تعلیم تدریس غرضکہ ہر گوشہ روشن اور واضح ہو۔ نبی کریمؐ کی زندگی مبارک ایک کامل زندگی ہے، یہ وہ راہ ہے جس پر چل کر عابد معبود سے مل جاتا ہے، آپ نے جو تعلیم فرمائی خود اس کا عملی نمونہ بھی نہایت دلکش طریق سے پیش کیا۔ وعظ و پند اتنا مشکل نہیں ہے جتنا عملی اقدام دشوار ہے۔ دُنیا میں اور بھی ریفارمر مصلح لیڈر اور پیشوا ہو گزرے ہیں۔ مگر صرف تقریر اور تحریر ہی کی دُنیا تک انکی تگ و دو محدود رہی آپؐ کی پیش کردہ تعلیم سے ہر درجہ کے افراد کامل طریق پر مستفید ہو سکتے ہیں۔ غریبی، امیری و فرمانروائی میں عمل کے کامل نمونے پیش فرمائے۔

خویش نوازی دوستوں کے ساتھ برتاؤ کا یہ عالم تھا کہ ان کی بڑی عزّت فرماتے۔ بڑے محترم انداز سے ان کی آؤ بھگت کرتے تھے۔ اگر کسی نے ذرہ برابر بھی احسان کیا تو اسے عمر بھر نہ بھولے۔ حضرت خدیجہؓ کا جب ذکر آجاتا تو آنسو رواں ہو جاتے۔ جو قدیم اور دیرینہ دوست تھے ان کے ساتھ بھی رعایت کا یہی عالم رہا۔ غزوۂ احد میں مجاہدینِ اسلام نے ہدایت کے خلاف قدم اُٹھایا جس کے باعث لشکر کو نقصان پہنچا۔ خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم بھی مجروح ہُوئے۔ پیارے چچا شہید ہوئے، وہ لوگ یہ منظر دیکھ کر لرزہ بر اندام تھے کہ نہ جانے کیا سزا ملے۔ بلند اخلاقی کا اس سے زیادہ اور کیا مظاہرہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے سزا و ملامت کرنی توکجا کبھی اس کا ذکر بھی زبان پر نہ لائے۔ اس وقت اگر کوئی اور جرنل ہوتا تو یقینی طور پر انہیں توپوں سے اُڑا دیتا۔ مہاجرین کی مصیبت کے پیشِ نظر آپ نے ہمیشہ ان کی پاسداری کی اور ساتھ ہی انصار کے ایثار و امداد کو بھی سراہتے رہے۔ اس طرح دونوں جماعتوں یعنی انصار و مہاجر کو کبھی کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ سیکڑوں ہزاروں ذمہ داریوں کے باوجود اپنے دیوانوں کا یوں خیال رکھنا بہت بڑی بات ہے۔ ایسی پاکیزہ مثال کامیاب رہنماؤں کی تمام زندگی میں چراغ لے کر بھی ڈھونڈو تو نہیں ملے گی۔

دشمن دین جوشِ اقتدار اور نشۂ حکومت میں کامیاب فوج مفتوح کے ساتھ جو سلوک کرتی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ گھوڑوں کی ٹاپوں سے زندہ لاشوں کو کچلوانا۔ قید و بند کی سخت اذیتیں دے کر موت کے گھاٹ اُتارنا معمولی بات سمجھی جاتی ہے۔ قریش۔ یہود۔ منافقین اور دیگر قبائل نے دشمنی کرنے اور مصیبت و آفت کے پہاڑ ڈھانے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑا۔ لیکن جب خیبر فتح کیا تو یہودی خوفزدہ تھے۔ مگر آپؐ نے امان دی۔ مکہ میں جب فاتحانہ داخل ہوئے تو دُکھی انسانیت کے محسنِ اعظم نے معافی کا عام اعلان فرما دیا۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین جب مرا تو آپ نے اپنی قمیص عطا کردی، بنو ہوازن جنہوں نے طائف میں پتھر برسائے مگر ان پر جب فتح پائی تو آپ نے کچھ نہ کہا اور پورے چھ ہزار قیدیوں کو رہا کر دیا گیا۔ یہ وہ کارنامے ہیں کہ دُنیا آج تک سر دُھنتی ہے۔ بڑے بڑے متمدن ممالک کے جرنیل ایسی ایک مثال بھی پیش نہیں کرسکتے، آپ کا حُسنِ خُلق نسیمِ بہار کا ایک رُوح پرور جھونکا تھا۔ اس خصوصیت میں آپؐ کا ثانی پیدا ہُوا نہ ہوگا۔ جس کے اخلاق کی تعریف خود خدائے قدوس نے فرمائی ہو۔ اس کی بلند پائگی اور علو و رفعت کے متعلق کچھ کہنا ہی عبث ہے۔

درد مندی آپؐ نہایت سخی فیاض نہایت رحمدل شرفا نواز اور غریب پرور تھے۔ بے حد رقیق القلب و نرم طبیعت تھے۔ کسی مصیبت تکلیف کا ذکر سُنتے تو معاً آنکھ سے آنسو جاری ہو جاتے، اپنے شیر خوار بچّے کو نزع کی حالت میں دیکھ کر آنسو نکل آئے۔ اسیرانِ بدر میں آپؐ کے چچا بھی تھے۔ عیش و آرام میں پرورش پائی تھی۔ بند بہت سخت تھے جس کی تکلیف سے کراہنے لگے۔ آپؐ نے سُنا تو کروٹیں بدلنے لگے۔ بے قرار ہوگئے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر بہت حسین و جمیل نہایت وجیہہ اپنے ماں باپ کے اکلوتے فرزند تھے۔ آپ سے زیادہ قریش میں خوش لباس اور خوش خوراک کوئی نہ تھا۔ لیکن اسلام لانے کے بعد والدین کی ساری محبّت عداوت میں بدل گئی۔ چنانچہ ایک دفعہ دربارِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے۔ تو وہ جسم جو حریر و دیبا میں ملبوس رہتا تھا اب وہ بدن پیوندوں میں لپٹا ہُوا حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو نظر آیا۔ دُنیائے عبرت نگاہوں کے سامنے آگئی۔ آنکھوں سے آنسوؤں کا چشمہ بہ نکلا۔ دل سراپا درد تھا۔

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا اسلام لانا اور اُن کی استقامت

(مصنّف: ڈاکٹر طٰہٰ حسین)
(مترجم: معراج محمد بارق)

عبداللہ بن مسعودؓ نے اپنی طلب معاش میں خوب کوشش کی اور جن جن مقامات سے روزی ملنے کی اُمید تھی، روزی تلاش کی۔ جگہ جگہ لوگوں کو اپنی خدمات پیش کیں اور طرح طرح کے کاموں کا تجربہ کیا۔ لیکن ایک ہی کام اُس کو پسند آیا، اس کے مزاج کو بھی بھایا، اس کی پرسکون طبیعت بھی اس پہ تھی اور اس کے مطمئن قلب سلیم کو وہی کام موزوں معلوم ہُوا۔ چنانچہ وہ عُقبہ بن ابی مُعیط کا چرواہا بن گیا۔ اور مکّہ کے باہر اس کی بکریاں چرانے لگا۔ صبح اُن کو لے کر جاتا اور شام کو واپس لے آتا۔ دن بھر اُن کے ساتھ راضی خوشی رہتا۔ اس نے اب تنہائی اختیار کر لی تھی اوراس طرح وہ لوگوں کی ایذا رسانی سے محفوظ ہو گیا تھا اور لوگ اس کی ایذا رسانی سے بچ گئے۔

ایک روز وہ اپنی انہی بکریوں میں تھا کہ دو آدمی آکر اُس کے قریب کھڑے ہو گئے، اُن کے چہروں پر کچھ خوف کے آثار نمایاں تھے۔ جو رفتہ رفتہ ختم ہوتے جارہے تھے۔ ان تھکے ہوئے آدمیوں نے کچھ دیر آرام لیا اور اپنی تکان دُور کی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کچھ لوگ اُن کا تعاقب کر رہے ہیں اور یہ مجبوراً اس قدر دوڑے بھاگے ہیں۔ یہ نوجوان انھیں خاموشی سے دیکھتا رہا اور ان سے کوئی بات نہ کی اس کو ان سے غرض ہی کیا تھی۔ اس نے تو اپنی بکریوں کو لے کر اسی لئے تنہائی اختیار کی تھی کہ لوگوں سے بے تعلق رہے اور لوگ بھی اس سے بے تعلق رہیں! لیکن ان دونوں میں سے ایک شخص آگے بڑھا اور اس سے کہنے لگا۔

صاحبزادے! کیا تمہارے پاس کچھ دودھ ہے اگر ہو تو پلاؤ، ہم بہت پیاسے ہیں۔

لڑکا بولا:

مَیں آپ کو دُودھ نہیں پلا سکتا، کیونکہ یہ دوسرے کی امانت ہے۔ اگر یہ بکریاں میری ہوتیں تو آپ کی تشنگی دُور کرنے اور پیاس بجھانے والی چیز دینے میں کبھی بخل نہ کرتا۔

یہ سُن کر ان میں سے ایک شخص نے اپنے ساتھی کو پُرسکون نظروں سے دیکھا، جیسے کہہ رہا ہو کہ: "بچے نے ٹھیک کہا ہے اور نیکی اور بھلائی کا پُورا خیال رکھا ہے۔"

پھر وہ پُرسکون نظروں والا آدمی اس لڑکے کی طرف مُڑا اور اس سے پُوچھا:

تمہارے پاس کوئی بن بیاہی بکری بھی ہے؟

لڑکے نے کہا:

ہاں ضرور ہے!

پھر وہ کچھ دُور گیا اور ایک بکری پکڑ لایا۔ پُرسکون نظروں والے آدمی نے اس بکری کی ٹانگ اپنی ران اور پنڈلی کے درمیان دبا کر اُسے دوہنا شروع کر دیا۔ وہ تھنوں پہ ہاتھ پھیرتا جاتا تھا اور کچھ ایسے دعائیہ کلمات پڑھتا جاتا تھا جو اُس لڑکے کو سُنائی تو دیتے تھے لیکن سمجھ میں بالکل نہ آتے تھے لڑکے نے دیکھا تو اس بکری کا تھن دودھ سے لبریز ہو گیا اور دوسرا شخص اپنے ساتھی کے پاس ایک جوفدار پتھر لایا۔ اُس نے دودھ دوہ کر اُسے پلایا۔ لڑکے کو پلایا اور پھر خود پیا۔ پھر تھن سے کہا کہ سُکڑ جا! تو وہ سُکڑ کر اپنی اسی حالت پر آگیا۔ جیسا کہ دوہنے سے پہلے تھا

یہ عجیب منظر دیکھ کر وہ نوجوان ہکّا بکّا رہ گیا۔ اُس کی زبان گُنگ ہو گئی اور کچھ بات نہیں کی۔ بلکہ گُم سُم کچھ کھویا کھویا سا حیران نظروں سے کبھی اس آدمی کو دیکھتا کبھی اس کے ساتھی کو۔ یہ نوجوان ابھی اسی حالتِ تحیّر میں تھا کہ وہ پرسکون نظر والا اور اس کا ساتھی دونوں اُس کو دیکھے یا اُس سے کچھ کہے بغیر نہایت اطمینان اور آہستگی سے واپس چلے گئے جب اُس کے حواس بجا ہوئے تو اُسے کچھ نہیں معلوم تھا کہ وہ کتنی دیر اس کیفیتِ استعجاب میں مبتلا رہا۔ اور نہ اسے یہ پتہ لگا کہ اُس نے دن کے باقی حصّہ میں کیا کیا اور کیا سوچا

شام کے وقت جب آفتاب اپنے مقام غروب کی طرف ڈھلنا شروع ہُوا اور ٹیلوں کی چوٹیوں اور پہاڑوں کی پھننگوں پر پھیلے ہوئے اپنے پھیکے رنگ کے دامن کھینچتا ہُوا رخصت ہونے لگا اور رات بھی اس کے دامن کو ہٹا کر اپنی سیاہ زلفیں بکھیرنے لگی۔ تو اس وقت وہ نوجوان بے دلی اور بے توجہی سے اپنی بکریوں کو لاٹھی سے ہنکاتا ہُوا مکّہ لوٹ رہا تھا۔ اُس وقت اُس کے دل میں بس ایک خیال سمایا ہُوا تھا، جو اسے محسوس تو ہوتا تھا لیکن وہ اس کا اظہار نہیں کر سکتا تھا۔ وہاں پہنچ کر اس نے بکریوں کو تو باڑہ میں بند کیا اور خود بڑے سکون و اطمینان سے قدم اُٹھاتا ہُوا، پریشان قلبی اور پراگندہ خیالی کے ساتھ عُقبہ بن ابی مُعیط کو ڈھونڈھتا آیا۔ دیکھا تو وہ گھر کے صحن میں براجماں ہے، اور اِرد گرد اس کے بیٹے اور دوسرے اعزّہ و اقرباء گھیرا ڈالے حاضر ہیں۔ یہ نوجوان جلدی سے اس کے پاس گیا اور کچھ دُور کھڑا ہو کر کہنے لگا:

اے ابوالولید! کل سے تم اپنی بکریاں کسی اور غلام یا حلیف سے چروا لینا کیونکہ آج سے مَیں ان کو چرانا چھوڑ رہا ہوں۔

عقبہ بولا:

کیا بات ہوئی ہذلی جوان! کیا تمھیں ہم سے یا بکریوں سے کوئی تکلیف پہنچی ہے؟

نوجوان نے کہا:

نہیں مجھے کسی سے کوئی تکلیف نہیں پہنچی، مَیں خود بکریاں چرانا چھوڑ رہا ہوں۔

یہ کہکر وہ بغیر کوئی جواب سُنے اور لوگوں کی خیال آرائیوں کی پروا کئے اُلٹے پاؤں واپس لوٹ گیا اور پھر کبھی اس کے گھر نہ آیا۔ اس کے بعد وہ سیدھا اس جگہ گیا جہاں کہ وہ عقبہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ وہاں پہنچ کر وہ ان دو آدمیوں کو تصوّر میں لایا، جن پر پہلے تو کچھ خوف کی حالت طاری تھی اور پھر رفتہ رفتہ انہیں سکون و قرار آگیا تھا۔ پھر جب انھوں نے دودھ طلب کیا تو اس نے انکار کر دیا۔ پھر اُس نے دل ہی دل میں اُس بن بیاہی بکری کو یاد کیا، جس کے تھن میں پہلے کبھی دُودھ نہ آیا تھا۔ پھر دیکھا تو وہ دودھ سے بھر گیا اور اس میں سے دودھ دھاروں دھار نکل کر جوفدار پتھر میں اکٹھا ہونے لگا۔ پھر اس دودھ کا ذائقہ یاد کیا تو اس کو ایسا محسوس ہُوا کہ ایسا خوش ذائقہ دُودھ کبھی پینے میں نہیں آیا۔ پھر اس نے وہ دُعائیہ کلمات یاد کرنے کی کوشش کی جو پُرسکون نظروں والا شخص بکری کے تھنوں پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے پڑھ رہا تھا۔ لیکن اُسے کچھ یاد نہ آیا۔ اس سے وہ بہت ہراساں ہُوا اور یہ بات اس کے دل میں کھٹک گئی اور طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہونے لگے۔ پھر تو اسے یہ کلام یاد کرنے کا ایسا شوق پیدا ہُوا کہ دیگر تمام خواہشیں اس شوق کے آگے ماند پڑ گئیں۔ کیونکہ اس سے پہلے اس نوجوان کا یہ حال تھا کہ جو بات بھی سُن لیتا اس کے دل میں نقش ہو جاتی۔ یہ سوچ کر نوجوان دل ہی دل میں کہنے لگا:

اس پر سکون نظروں والے آدمی، اُس کے ساتھی اور اس کے کلام میں ضرور کوئی نہ کوئی بھید ہے۔

یہ نوجوان کافی دیر اس جگہ بے حس وحرکت کھڑا اپنے ارد گرد نظریں دوڑاتا رہا۔ پھر آسمان کی طرف نظر اُٹھائی۔ ظاہری طور پر وہ کسی بات پر غور وفکر نہیں کر رہا تھا نہ کسی سوچ بچار میں مبتلا معلوم ہوتا تھا۔ بلکہ پہلے اپنے ذہن میں اور اس کے بعد اپنے سامنے ایک مطمئن شخص کی متحرک تصویر دیکھ رہا تھا جو بکری کی ٹانگیں اپنی پنڈلی اور ران کے درمیان جکڑے اُس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرتا جا رہا ہے۔ اور وہ کلام پڑھتا جا رہا ہے جو اس نے سُنا لیکن سمجھ میں نہ آسکا، پھر اُس کو یاد کرنے کی کوشش کی لیکن یاد بھی نہ آسکا۔

شام کے وقت وہ نوجوان وہاں سے لوٹا، لیکن گلّہ واپس نہیں آیا بلکہ اپنی وحشت میں مگن اور نشۂ خلوت میں سرشار اس کے گرد ونواح میں اِدھر اُدھر گھومتا اور چکّر لگاتا رہا۔ اُسے نہ تکان محسوس ہوتی تھی نہ ماندگی نہ نیند آتی تھی نہ پیاس لگتی تھی نہ بھوک ستاتی تھی۔ البتہ اس دُودھ کا ذائقہ اب تک زبان کو محسوس ہو رہا تھا۔ اور اس مطمئن و پُر سکون شخص کی شکل وصورت آنکھوں کے سامنے پھر رہی تھی اور کانوں میں اس کی خوش گوار شیریں آواز گونج رہی تھی، جس کے ذریعہ اُس نے وہ کلمات ادا کئے تھے، جو اس نوجوان کو یاد نہ رہے، اس آواز کے ساتھ وہ کلمات ایسے ادا ہو رہے تھے، جیسے صاف شفّاف میٹھے چشمہ سے شیریں وخوشگوار پانی گرتا ہے۔ نوجوان نے وہ رات بغیر بستر پر لیٹے اور کسی چھت کا سایہ لئے یونہی گزاری پھر جب آفتاب نمودار ہُوا تو اس وقت مکّہ لوٹا۔ جبکہ چرواہے بکریاں لے کر نکلتے ہیں۔ لیکن اُس کی بیچینی اُس وقت تک دُور نہ ہوئی اور نہ قرار آیا۔ جب تک کہ اُس مطمئن شخص اور اُس کے ساتھی کو معلوم نہ کر لیا اور ان کی جگہ کا پتہ نہ لگا لیا۔ ان کا پتہ ملتے ہی وہ دوڑتا ہُوا ان کے پاس گیا، تو معلوم ہُوا کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔

پھر وہ آپ کے قریب آیا۔ آپ نے اس پر اپنی پُر سکون نظر ڈالی اور مُسکرائے پھر وہ برابر قریب ہوتا گیا یہاں تک کہ آپ تک پہنچ گیا اور بالکل سامنے آکر بیٹھ گیا۔ پھر لرزتی ہوئی دھیمی آواز میں آپ سے کہنے لگا:

مجھے اس مؤثر کلام کی تعلیم دیجئے جو کل مَیں نے آپ سے سُنا تھا

آپ مُسکرائے اور شفقت سے سر پر دست مبارک پھیرتے ہُوئے فرمایا:

تم تعلیم یافتہ بچّے ہو۔

اسی وقت سے نوجوان کے دل میں یہ بات گھر کر گئی کہ وہ نہ اپنی ذات کے لئے پیدا ہُوا ہے نہ اپنے گھر والوں کے لئے نہ عقبہ بن ابی معیط کی بکریوں کے لئے، بلکہ اس کی پیدائش کا واحد مقصد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ حضرت محمد الامین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صحبت میں رہے، آپ کی باتیں سُنے ان کو یاد کرے اور آپ کی دعوت کا پرچار کرے

یہ نوجوان بہت ہلکا پُھلکا اور کمزور تھا، اُس کا جسم دُبلا پتلا اور لاغر تھا۔ لیکن نہایت چُست وچالاک اور بلا کا پھرتیلا تھا۔ ابھی کچھ ہی دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر آپ کی باتیں سُنیں اور یاد کی تھیں کہ قریش اُس کو مکّہ کے اطراف میں ہر جگہ گھومتے پھرتے اور حضرت محمدؐ کا ذکر کرتے دیکھنے لگے۔ وہ ہر طرف آپ کے کلام کا پرچار کرتا، ہر مجلس میں اس کو سُناتا اور ہر جگہ اس کو بیان کرتا۔ اس کی چُستی اور پھُرتی قریش کے لئے مصیبت بن گئی تھی۔ وہ اُس کو کسی جگہ تبلیغ کرتا دیکھ کر وہاں جانے کا ارادہ کرتے۔ لیکن جب وہاں پہنچتے تو معلوم ہوتا کہ وہ یہاں سے اُٹھ کر کہیں اور چلا گیا ہے۔ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ وہ اُدھر کیسے چلا گیا ہے۔ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے اصحاب کا پیچھا کرنے والوں کو یہ نوجوان ہر جگہ نظر آتا لیکن پھر بھی وہ اس کو پکڑنے میں کسی جگہ کامیاب نہ ہوتے تھے۔ آخر ایک روز ابوجہل زچ ہو کر کہنے لگا:

مَیں محمدؐ کے کسی ساتھی سے اتنا تنگ نہیں آیا جتنا اس ہذلی نوجوان سے آیا ہُوں۔ یہ ہر جگہ محمدؐ کی دعوت پھیلاتا نظر آتا ہے۔ اور لوگوں کے خیالات خراب کرتا پھرتا ہے۔ پھر بھی مَیں اس پر کہیں قابو نہیں کر پاتا، اگر کسی دن قابو پالیا تو پھر ذرا بھی رحم نہ کھاؤنگا۔

عُتبہ بن ابی ربیعہ بولا:

ابوالحکم ذرا نرمی سے کام لو۔ دیکھو اس ہذلی نوجوان پر ہاتھ نہ اُٹھانا۔ کیونکہ بنی زہرہ اسے کبھی تمہارے حوالے نہ کرینگے۔ دوسرے اگر تم نے اس پر دست درازی کی تو ہذیل کے تمام قبیلہ کو قریش کے خلاف بھڑکا دوگے۔ اور ہمارا وہ تجارتی راستہ بند کرا دوگے، جس کی حفاظت وسلامتی قریش کو ہر چیز سے پیاری ہے۔

ابوجہل نے کہا:

بہتر ہے، لیکن پھر بھی قسم ہے اگر یہ کبھی قابو میں آگیا تو کچھ نہ کچھ سزا ضرور دونگا

لیکن ابوجہل کبھی اس پر قابو نہ پا سکا سوائے ایک آخری موقع کے، جب کہ نبی اکرمؐ نے اپنے اصحاب کو سرزمین حبشہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم فرما دیا تھا۔

ہُوا یہ کہ ایک روز ابوجہل مسجد کے پاس سے گزرا تو اُس نے لوگوں کا ہجوم دیکھا جو ایک دُبلے پتلے کمزور آدمی کے گرد جمع تھا اُس کو ایسا معلوم ہُوا جیسے وہ کچھ کہہ رہا ہے۔ اور یہ لوگ اُس کی تقریر سُن رہے ہیں۔ یہ منظر دیکھ کر ابوجہل نے اپنی رفتار سُست کر دی اور کچھ دبک گیا، اور پھر دیواروں کے سہارے سہارے چلنے لگا، اور اس طرح چُھپتا چُھپاتا آگے بڑھتا رہا۔ اور اچانک مجمع کے پاس آدھمکا۔ وہ ان کے قریب ہی ایک ایسی جگہ کھڑا ہو گیا جہاں سے وہ تو انہیں دیکھ سکے، لیکن وہ لوگ اُسے نہ دیکھ پائیں۔ اُس نے وہاں کھڑے ہو کر اس دُبلے پتلے کمزور شخص کی آواز پر کان دھرے۔ دیکھا تو وہ بڑی میٹھی آواز میں ایک نہایت شیریں کلام پڑھ کر سُنا رہا ہے۔ ابوجہل سراپا گوش بن گیا اور کان لگا کر پوری توجہ سے سُننے لگا کہ اس میٹھی آواز سے یہ کونسا شیریں کلام سُنا رہا ہے۔ دیکھا تو ابن مسعودؓ مجمع کو سورۂ فرقان کی یہ معجزنما آیات سُنا رہے تھے:

"وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ○ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ○ وَالَّذِيْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ○ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ○ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ○ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ○ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ○"

(ترجمہ۔ اور خدا کے بندے تو وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ اُن سے جاہلانہ

گفتگو کرتے ہیں تو سلام کہتے ہیں اور وہ جو اپنے پروردگار کے آگے سجدہ کر کے اور عجز و ادب سے کھڑے رہ کر راتیں بسر کرتے ہیں، اور وہ جو دُعا مانگتے ہیں۔ کہ اے پروردگار! دوزخ کے عذاب کو ہم سے دُور رکھیو، کہ اس کا عذاب بڑی تکلیف کی چیز ہے اور دوزخ ٹھہرنے اور رہنے کی بہت بُری جگہ ہے اور وہ جب خرچ کرتے ہیں تو نہ بے جا اُڑاتے ہیں اور نہ تنگی کو کام میں لاتے ہیں بلکہ اعتدال کے ساتھ نہ ضرورت سے زیادہ نہ کم۔ اور وہ جو خدا کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جن جاندار کا مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق پر، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کریگا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اُس کو دُگنا عذاب ہوگا۔ اور ذلّت و خواری سے اس میں ہمیشہ رہیگا مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا۔ اور اچھے کام کئے۔ تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو خدا نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور خدا تو بخشنے والا مہربان ہے۔ اور جو توبہ کرتا ہے اور نیک عمل کرتا ہے تو بیشک وہ خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، اور وہ جو جھوٹی گواہی نہیں دیتے اور جب ان کو بیہودہ چیزوں کے پاس سے گزرنے کا اتفاق ہو تو سنجیدگی اور بردباری سے گزر جاتے ہیں۔"

ابوجہل نے یہ کلام سُنا تو اس کا دل [...]را دہل سا گیا اور بدن کچھ کانپنے لگا۔ اگر [...]س نے اپنے نفس کو اس کی فطرت پر چھوڑ [...]یا ہوتا تو اس کی زبان سے وہی الفاظ نکلتے [...] وہاں اُس نے کچھ دوسرے لوگوں سے کہتے [...]سنے تھے۔ وہ آہ بھری آواز میں عبداللہ بن مسعودؓ [...]سے کہہ رہے تھے:

بخدا ہم بھی انہی لوگوں میں شامل ہونا چاہتے [...]ں۔

لیکن ابوجہل نے اپنے نفس کو اس کی فطرت [...] نہ چھوڑا۔ اور حسد غرور اور تکبّر سے کام لیا [...]مر ان لوگوں پر ایسا جھپٹا جیسے شکرا اپنے [...]کار پر جھپٹتا ہے۔ کرخت آواز میں چیخ کر بولا: لعنت ہے تم پر کمبختو! آج جیسی جُرأت [...]ں نے کبھی نہیں دیکھی۔ تم اس گمراہ شخص کے [...]س جمع ہوتے ہو اور اس کی مفسدانہ باتیں سُنتے [...]۔ حالانکہ قریش کی جلسہ گاہیں تم سے کچھ دُور نہیں [...]مر وہاں آنے میں تمہیں کیا ہوتا ہے۔ مسجد میں ہمارے پاس جمع کیوں نہیں ہوتے؟

اس بھیانک شخص کو دیکھ کر اور اس کی کریہہ آواز سُنتے ہی وہ لوگ فوراً منتشر ہو گئے اور آخر میں ابنِ مسعودؓ اپنی جگہ اکیلے کھڑے رہ گئے۔ وہ وہاں سے نہ ہٹے۔ ابوجہل غصّہ میں ان کے پاس آیا اور کہنے لگا:

بڑا افسوس ہے ابنِ اُمِّ عبد! تو ہمارے حلیفوں اور غلاموں کو اب تک ہمارے خلاف بھڑکا رہا ہے۔ میرے خیال میں تو میرے ہاتھ سے مار کھا کے ہی باز آئے گا۔

ابنِ مسعودؓ نے اس کا جواب دینا چاہا لیکن ابوجہل نے مہلت نہ دی اور کمان مار کر ان کا سر زخمی کر دیا۔ ابنِ مسعودؓ کے چہرے پر خون بہنے لگا۔ لیکن اُنہوں نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور بڑی پُھرتی سے ابوجہل پر لپکے اور کہنے لگے:

اچھا! اگر یہ بات ہے، تو یہ لے! مَیں ہذیل کا جوان ہوں ہذیل کا!!

یہ کہہ کر انہوں نے ایک ہاتھ سے تو ابوجہل کے سینہ میں گھونسہ مارا اور دوسرے ہاتھ سے مُنہ پر تھپڑ رسید کیا۔ پھر آہستہ آہستہ اُس کے پاس سے سرک گئے اور اُس کو لال پیلا اور بدحواسی کے عالم میں مبہوت کھڑا چھوڑ دیا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ قریش کا کوئی حلیف اتنی جسارت کے قابل ہو سکتا ہے۔ کہ اس کے سینہ میں مُکّا مارے اور رُخسار پر طمانچہ رسید کرے۔ پھر جب وہ ذرا آپے میں ہُوا تو ابنِ مسعودؓ سے چیخ کر کہنے لگا:

او گڈریئے! تو بچ کر نہیں جا سکتا۔

ابنِ مسعودؓ نے کہا:

او دشمن خدا کے! تو بھی نہیں بچ سکتا۔

پھر ان دونوں نے اپنا اپنا راستہ لیا۔ ابنِ مسعودؓ نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے پاس آنکھوں میں آنسو ڈبڈباتے اور مسکراتے آئے اور کہنے لگے:

آج سے مکّہ میں میرے لئے کوئی ٹھکانا نہیں۔ کیونکہ آج مَیں نے ابوجہل کے مُنہ پر تھپڑ مارا ہے۔ میرے لئے اب ہجرت ہی رہ گئی ہے۔ بخدا مَیں ہجرت سے خوش بھی ہوں اور غمگین بھی۔ خوش اس لئے کہ اس میں ثواب اور مغفرت ہے۔ غمگین اس لئے کہ اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک نامعلوم عرصہ تک جُدائی ہو جائیگی۔

اُدھر ابوجہل اپنی قوم کے پاس گیا، اس کی خودداری کو بُری طرح ٹھیس لگ چکی تھی اور اس کا ضمیر اندر ہی اندر شرم محسوس کر رہا تھا اور اس کو ملامت کر رہا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے اندرونی جذبات و احساسات کو چھپا کر اور غیظ و غضب اور کبر و نخوت کا اظہار کرتے ہوئے اہلِ مجلس سے کہنے لگا:

اے بنی مخزوم! تُف ہے تم پر!! اگر اب بھی تمہیں اپنی رہی سہی عزّت کا پاس ہے تو ابنِ اُمِّ عبد سے میرا انتقام لے لو۔ اُس نے میرا اتنا بڑا جرم کیا ہے کہ صرف اس کا خون ہی اسے دھو سکتا ہے۔

ان لوگوں نے فوراً ہی مکّہ اور اس کے اطراف میں عبداللہ بن مسعودؓ کی تلاش شروع کر دی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکے اور نہ اُن پر قابو پا سکے۔ ابوجہل بھی اپنے حریف سے جنگِ بدر کے روز ہی مل سکا۔ (تذکرہ کراچی)

(بقیہ اللہ کی نیک بندیاں صفحہ سے آگے)

کیسی ایمان کی مضبوط تھیں کہ بد دین خاوند بادشاہ تھا۔ سب کچھ اُس نے کیا مگر اس کا ساتھ نہیں دیا۔ اب ذرا ذرا سی تکلیف میں کفر کے کلمے بکنے لگتی ہیں۔ بیٹیو۔ ایمان بڑی دولت ہے۔ کیسی ہی تکلیف پہنچے دین کے خلاف کوئی کام نہ کرنا۔ اگر کسی کا خاوند بد دینی کا کام کرے کبھی اس کا ساتھ نہ دے۔ اور اُس زمانہ میں کافر مرد سے نکاح ہو جاتا تھا۔ مگر ہماری شرع میں اب یہ حکم ہے کہ اگر خاوند کافر ہو تو نکاح درست نہیں ہوتا۔ اور اگر کافر ہونے سے پہلے ہو گیا ہو تو ٹوٹ جاتا ہے

بقیہ خُلقِ عظیم کی ایک جھلک صفحہ سے آگے

توجہ اِلی اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے محبّت فرماتے کوئی نگاہِ کرم سے محروم نہ تھا۔ مگر دینی امور اور احکامِ خداوندی کو پُورا کرنے میں کسی کی پروا نہ کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جب نماز کا وقت ہو جاتا تھا۔ تو یہ حالت ہو جاتی تھی کہ سراپا ادھر ہی متوجہ ہو جاتے اور ایسا معلوم ہوتا کہ ہمیں پہچانتے ہی نہیں۔ باوجود رحمدل ہونے کے غیر مشروع حرکتوں کو برداشت نہ کر سکتے تھے۔

عورت کا فرض

از جمیل احمد تھانوی مفتی جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور

کائنات عالم میں ہر مخلوق کے کچھ فرائض ہیں اور ان فرائض کی ہر ممکن سعی اور اس کے تمام اسباب و ذرائع کے حصول کی کوشش اس کا واجبی بلکہ اولین اور آخری منصب ہے۔ منصب سے غافل یا فرائض سے نا واقف انسان جانور ہے اور جانور جمادات سے بدتر گنا جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان عورت کا اصلی فرض کیا ہے۔ اور اس کی وجہ سے اس کا منصب اور کار منصب کیا ہے۔ اس کے بعد تمام بہنوں سے بہت ادب کے ساتھ عرض کرنا ہے۔ کہ وہ اپنے منصب اور فرض کو پہچانیں اور کار منصبی کو اختیار کریں۔ ورنہ دوسرے مشغلوں میں لگ کر اگر وہ فرض اور منصب سے غافل رہیں تو وہ اپنی زندگی کو ضائع کر رہی ہیں۔ بلکہ قوم و مسلمان کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہیں۔

ہر مسلمان کا سب سے اولین فرض جو مرد اور عورت سب کا مشترکہ فرض ہے ایمان، اعمال صالحہ، اخلاق اسلام معاملات کے جائز پر عمل ناجائز سے احتراز اور ہر ہر گناہ سے پرہیز اور پھر ان سب باتوں کا علم حاصل کرنا ہے۔ جس کے بغیر یہ کام نا ممکن ہیں۔ مختصر مگر اکثر ضروریات کے لئے کافی اس فرض کے ہر شعبہ کے علم کا نصاب حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی کی کتاب "بہشتی زیور" ہے۔ کم سے کم اس کتاب کے سب حصوں کا علم ہر عورت کے لئے ضروری ہے۔ مگر کتنی ہیں جو اس کو پڑھ چکی یا مطالعہ کر چکی ہیں اور کتنی وہ ہیں۔ جنہوں نے اس کو راہ عمل تجویز کر لیا ہے۔

اس کے بعد خاص عورت کے دو فرض اور ہیں۔ بیوی ہونا اور ماں بننا۔ ہر عورت کو اگر زندگی اور توفیق الٰہی شامل حال ہے تو ان دونوں فرضوں کا اہل بننا ہے اس وقت ان کی وجہ سے چند فرائض اور بھی عائد ہوتے ہیں۔ پس اس وقت ان میں سے دوسرے فرض ماں بننے کے متعلق ذرا تفصیل سے عرض کرتا ہوں۔ اور اس لئے کہ ملک اور قوم کی تمامتر ترقی و تباہی کا مدار اسی درجہ پر ہے۔ اگر ماں صحیح ماں ہے۔ اصلی خیر خواہ اور حقیقی نظر رکھنے والی ماں ہے تو اولاد پر اس کا وہ اثر ہوگا کہ دنیا اس کی مثال نہ دکھا سکے گی۔ اور ماں میں ذرا بھی قصور اور کوتاہی باقی رہ جائے گی تو وہ اولاد میں کئی گنی ہو کر ظاہر ہوگی۔ اور یہی اولاد ملک و قوم ہے تو قوم کی قوم تباہ ہو جائے گی۔

ماں ایک ماں ہی نہیں ہے وہ بہت سے محسنوں، بڑے منعموں اور بڑی با کمال ہستیوں کا مجموعہ ہے۔ اس لیئے ہر لڑکی کو جس کو ایک وقت ماں بننا ہے۔ ان تمام کمالات میں بے مثال اور انتہائی درجہ ہونے کی ضرورت ہے۔ اسی کے کامل ہونے سے اولاد کامل اور ناقص ہونے سے اولاد ناقص بلکہ اس کے با کمال ہونے سے ملک و قوم با کمال اور اس کے ناقص ہونے سے ملک و قوم ناقص اور بر سر زوال ہو جاتی ہے۔

سب سے بڑی دولت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے۔ وہ ایمان ہے۔ جس پر جان عزت مال بلکہ ساری دنیا تک تج دینا ہر آدمی کا فرض ہے۔ لیکن یہ دولت اگر مال سے حاصل ہو سکتی تو دنیا کے غیر مسلم مالداروں کو بھی ہوتی۔ اگر طاقت و قوت سے حاصل ہو سکتی تو بڑی طاقت و قوت والے کافروں کو بھی مل جاتی۔ اگر عزت و جاہ سے حاصل ہو سکتی تو فرعون صفت بادشاہ کو بھی مل سکتی۔ گھر بیٹھے یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو صرف ماں سے اول درجہ میں اور باپ سے دوسرے درجہ میں۔ ماں کے ہی کرم و لطف کا صدقہ ہے کہ ہم مسلمان اہل جنت اور خدائے قدوس کے خاص بندوں میں داخل ہو گئے ہیں ہر ماں اس نعمت کا ذریعہ ہے۔ لیکن بالکل کھلی بات ہے کہ ذریعہ جس قدر قوی ہوگا۔ اسی وقت نعمت قوی ہوگی۔ اور جس قدر کمزور ہوگا۔ اسی قدر یہ نعمت کمزور ہوگی۔ اس لئے ہر ماں اور ہر ہونے والی ماں کو یہ سوچنا ضروری ہے کہ وہ اس بے مثال اور لازوال نعمت کا ذریعہ ہے۔ اس نعمت کو قوی او کمزور کرنے میں اسی کو دخل ہے۔ اگر خود اس کا ایمان انتہا درجہ کا قوی ہے تو اس کی اولاد اور پھر اولاد در اولاد بلکہ رفتہ رفتہ تمام قوم کا ایمان قوی ترین ایمان ہے اور اگر اس کے ایمان میں ذرا سی بھی کمزوری یا لچک ہے تو یہ اولاد اور پھر قوم کے ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔ اور عجب نہیں کہ کسی وقت کسی کے ایمان سے الگ ہونے کا احتمال بھی پیدا ہو جائے تو بتلایئے تو سہی کہ اس کی ذمہ واری کس کس پر ہوگی۔

نیک اعمال۔ عبادات۔ معاملات کا حلال و حرام اور اخلاق اسلام اس میں شک نہیں کہ تعلیم سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے بھی ہیں۔ لیکن دنیا جانتی ہے کہ علم حاصل کر لینا اور بات ہے اور اس پر عمل پیرا ہو جانا اور بات ہے۔ مشکل کام عمل ہے اور تمام عالم کے تمام علوم کی عملی صورتیں محض علم سے عمدہ اور آسان نہیں ہو جاتی ہیں۔ لکڑی کا کام۔ لوہے کا کام۔ معماری کا کام بلکہ دنیا کا ہر کام سننے اور قواعد معلوم کرنے سے آسانی کے نہیں آ سکتا۔ نہ عمدہ ہو سکتا ہے۔ جب تک کسی معلّم سے اول اس کا علم حاصل کیا جائے۔ پھر کسی اُستاد کی مدد سے اس پر عمل کی مشق کی جائے۔ اور مشق کی زیادتی سے عمل کی رفتار تیز کی جائے تو پھر سہولت سے علم و عمل آ جاتا ہے اور عمدہ ہوتا ہے۔ جلد اور نفیس بن آتا ہے۔

ماں ان تمام اعمال و عبادات اخلاق و معاملات تہذیب و شائستگی کی معلّم اول ہے اور ان کے اعمال کی اولین اُستاد ہے لیکن کوئی بھی اس سے واقف نہ ہوگا۔ کہ کیا کسی چیز کا معلّم اور اس کے عمل کا اُستاد وہ ہو سکتا ہے جو اس علم و عمل میں کافی دستگاہ نہ رکھتا ہو۔ اور اگر معلّم و اُستاد ایسا ہوگا تو آپ خود خیال فرما لیجئے کہ وہ کیسی تباہی کا سبب ہوگا۔ لہذا ماؤں اور ہو سکنے والی ماؤں کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایسا معلّم اور ایسا اُستاد بننے کے لئے ان کو عبادات، و معاملات اخلاق و تہذیب میں کس قدر ماہر ہونے کی ضرورت ہے اور اگر اس مہارت میں ذرہ برابر بھی نقص رہ گیا تو معلّم و اُستاد کا نقص کتنا تباہ کن ثابت ہوگا! اس لئے ہر لڑکی کو خود اور اس کے سرپرستوں کو ان تمام امور میں مہارت

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

(بقیہ مجلس ذکر صفحہ ۸ سے آگے)

رہتے ہیں۔ اب تو وہ بہت بوڑھے ہیں۔ کچھ دن ہوئے وہ یہاں بھی تشریف لائے تھے۔ انہوں نے مجھے ایک واقعہ سنایا۔ کہ عرصہ ہوا ایک عمر رسیدہ شخص ان کے پاس پڑھنے کے لئے آیا انہوں نے جب اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتلایا کہ ایک دفعہ وہ سر پر کلام اللہ اٹھائے جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک جنگل میں اس کو ایک گڈریا ملا جس نے اس سے پوچھا کہ تمہارے سر پر کیا ہے۔ جب اس نے بتلایا کہ یہ کلام اللہ ہے۔ تو اس نے کہا کہ مجھے پڑھ کر سناؤ۔ اس شخص نے جواب دیا کہ جب پانی ملیگا۔ تو وضو کرکے سنا سکتا ہوں۔ گڈریا نے اپنے مویشی وہیں چھوڑ دئے اور اس کے ساتھ ہو لیا جب پانی ملا تو اس نے وضو کرکے اس کو قرآن مجید سنایا۔ گڈریا نے پھر اس سے پوچھا کہ مجھے بتلاؤ کہ اللہ تعالےٰ ہم سے کیا چاہتے ہیں تاکہ ہم اسی طرح کرکے اس کو راضی کریں۔ اس نے کہا یہ تو مجھے بھی پتہ نہیں گڈریا کی بات اس کے دل میں گھر کر گئی ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اس کے بعد اس شخص نے پڑھنا شروع کیا پچھلے سال جب میں سندھ گیا۔ تو میں نے یہ واقعہ ایک جلسہ میں اپنی تقریر میں بیان کیا تو ایک شخص کہنے لگا کہ وہ میرا چچا تھا گڈریا اور عمر رسیدہ طالب علم دونوں فطرۃ سلیمہ والے تھے

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو قرآن کی صحبت میں آگئے۔ اور اس کی برکت سے ہدایت ہوگئی۔ دین اور دنیا دونوں سنور گئے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ ہدایت کی منڈیاں ہیں مساجد۔ دوکاندار ہے عالم ربانی۔ دوکان ہے اس کا سینہ گاہک ہے مسلمان نال ہے قال اللہ وقال الرسول پونجی ہے ایمان نیت خالص سے ایمان کی پونجی لے کر جو درس میں آتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس کو ہدایت ہو جاتی ہے۔ درس قرآن میں سدا ہی آنے کی ضرورت ہے۔ اس لئے کہ ؏ خبث نفس نگردد بسالہا معلوم۔ دل کی پلیدی کو دور کرنے کے لئے بدت مدید ہادی کی صحبت درکار ہے۔

میری بیعت کے بعد حضرت دین پوری رحمۃ اللہ علیہ چالیس سال تک زندہ رہے۔ اگر ہزار سال بھی زندہ رہتے تو مجھے تو کبھی یہ خیال نہ آتا کہ اب ان کی صحبت کی ضرورت نہیں، ؎

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جاں رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

ہادی کو مسخ شدہ کی اطلاع نہیں دی جاتی یہی وجہ ہے کہ انبیاءؑ سب کو یکساں دعوت دیتے رہتے ہیں۔ وہ تین صورتوں کے سوا کبھی دستبردار نہیں ہوتے۔ ۱۔ امت کو ہدایت نصیب ہو جائے۔ ۲۔ امت تباہ ہو جائے ۳۔ پیغمبر کو اللہ تعالےٰ اپنے ہاں بلا لے۔

شیطان درس میں سے بھی شکار کرکے لے جاتا ہے۔ وہ دل میں یہ خیال ڈالتا ہے۔ کہ بہت قرآن سنا اب اس کی ضرورت نہیں۔ وہ بے ایمان یہ نہیں کہتا کہ بڑا اناج کھایا اب اس کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو اپنی اصلاح حال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا الٰہ العلمین۔ اس کے لئے ہادی کے ساتھ سدا وابستہ رہنے کی ضرورت ہے اسی لئے میں کہا کرتا ہوں۔ کہ اللہ والوں کے جوتوں کی خاک سے وہ موتی ملتے ہیں۔ جو بادشاہوں کے تاجوں میں بھی نہیں ہوتے نہیں ہوتے نہیں ہوتے۔

اللہ تعالےٰ میرے اور آپ کے حق میں یہ دعا قبول فرمائے۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان فامنا الایۃ آمین یا الٰہ العلمین

(بقیہ عورت کا فرض صفحہ ۱۶ سے آگے)

پیدا کرانے کی ضرورت ہے۔ ورنہ قومی تباہی کے اسباب کو دعوت دینا ہے۔

بچوں کی تعلیم و تربیت سے سبھی واقف ہیں اور بعض بعض کو بہت تجربہ حاصل ہے۔ مگر اتنا تو سب جانتے ہیں۔ کہ جب تک بچہ کا مستقل ۲۴ گھنٹہ کا کوئی نگران اتالیق نہ ہو بچہ کی تربیت اچھی نہیں ہو سکتی۔ اسی لیئے بعض ہوشمند لوگوں کا معمول ہے۔ کہ وہ بچوں کے لیئے مستقل اتالیق رکھتے ہیں۔ لیکن نہ ہر شخص کا یہ نظریہ نہ حوصلہ نہ گنجائش۔ اس فرض کو بھی ماں ہی بخوبی انجام دے سکتی اور دیتی ہے۔ وہ ایک عمدہ اور ہر وقت ساتھ رہنے والی اتالیق ہے۔ لیکن اتالیق ہونے کے لیئے ان تمام برائیوں سے جن جن سے بچوں کو بچانا ضروری ہے۔ خود کا بچانا اور ان بھلائیوں سے جو بچوں میں پیدا کرنی منظور ہیں۔ خود اچھی طرح موصوف ہونا ضروری ہے اگر اتالیق ایسا نہ ہوگا تو وہ بجائے اتالیق ہونے کے بچہ کو خراب کرنے والا ہوگا۔ پھر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نگرانی میں بچوں کو مانوس بھی رکھ سکے اور اس کو بری عادات سے چھڑاتے اور اچھی عادات پیدا کرنے کا سلیقہ بھی ہو اتالیق ماں کے لیئے بھی ان سب باتوں کے جامع ہونے کی ضرورت ہے اور ابتدا سے آخر تک اس مہارت کی کوشش کی ضرورت ہے۔

صحبت نیک کی ہر بچہ کے لیئے انتہائی ضرورت ہے۔ صحبت بد ایک منٹ کی بھی نیک صحبت کے برس ہا برس کے اثر کو خاک میں ملا دیتی ہے۔ جس ماں کی گود میں اور اس کی نظروں میں برابر پرورش ہوگی۔ اس سے زائد صحبت کون مل سکے گی۔ اگر ماں انتہائی نیک، متقی، پرہیزگار خدا رسیدہ ہے تو بچوں پر نیک اثر ہو سکتا ہے۔ اگر ماں میں ایک بدی بھی ہوگی۔ تو بچوں اور دوسرے نیک اثرات کا قلع قمع کرنے کے لیئے کافی ہے۔ اس لیئے ہر ماں اور ہر ہو سکنے والی ماں کو انتہائی نیکی اور پارسائی کی ضرورت ہے۔ ورنہ اس کی ایک لغزش بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگی۔ اس لئے ماں کی شفقت کا ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ کی ہمنشینی کا کام بھی دیتی ہے تو اس کو ایسا ہونا بھی چاہیئے۔

دین کی باتیں سن لینے پڑھ لینے سے دل کی گہرائیوں میں نہیں پہنچتی ہیں یہ کام پیر کا ہے کہ دل میں ایسا جما دے۔ کہ ان سے ایک منٹ کی غفلت بھی نہ ہو سکے۔ اسی لیئے لوگ اپنے دین کو مضبوط کرنے کے لیئے بڑے بڑے صاحب نسبت پیر تلاش کرتے اور ان سے یہ خدمت سرانجام دلاتے ہیں۔ لیکن ہر شخص کا تجربہ ہے۔ کہ ماں بچپن سے جو بات دل میں بٹھلا دیتی ہے۔ وہ آخر وقت تک نہیں نکلتی۔ اس لیئے اگر ماں انتہائی نیک ہے تو وہ دین کو دل میں ایسا جما دے گی کہ انشاءاللہ پھر تا قیامت ٹس سے مس نہ ہوگا۔ لہذا ماں ایک زبردست پیر بھی ہے۔ اب آپ سب حضرات جانتے ہیں۔ کہ ایک پیر کے لیئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔ کتنا علم دین۔ کتنا عمل۔ کتنے ورد و وظائف کتنا خدا رسیدہ ہونا درکار ہے۔ تو یہی سب باتیں ایک ماں کے لیئے ضروری ہیں۔ اور ابتدا سے ان کاموں میں لگانے اور اس میں ان باتوں کے جمانے کی ضرورت ہے۔ اگر پیر میں خلل ہوگا۔ تو مرید گمراہی کے گڑھوں میں نظر آئیں گے۔ اسی طرح اگر ماں میں کوئی خلل ہوگا تو اولاد پھر قوم کی قوم تباہی کے گھاٹ اتر کر رہے گی۔

انسانی طبیعت مانوس ہو جانے والی طبیعت ہے۔ جس گناہ بدی رسم بری بات یا بری عادت کبھی بھی کسی سے نہ ہوئی۔ نہ اس نے کسی سے ہوتے سنی دیکھی۔ اس سے طبیعت میں نفرت ہوتی ہے اور دیکھنے سننے سے وہ نفرت کم ہو جاتی ہے۔ اور اگر کسی وقت بھی وہ عمل میں آ گئی تو دل سے نفرت نکل گئی۔ یہی وجہ ہے کہ سؤر کھانے سے جو نفرت ہم محسوس کرتے ہیں۔ وہ شراب کے نام سے نہیں کرتے کہ بعض لوگوں کو اس میں مبتلا سنتے ہیں اور جن گناہوں میں زیادہ مبتلا سنتے رہتے ہیں۔ ان کی نفرت شراب سے بھی کم ہو گئی ہے اور جن میں خود مبتلا ہو چکے ہیں۔ یاد رہے اس کی نفرت قریب بہ غائب ہو چکی ہے۔ اگر مائیں کسی گناہ، کسی رسم کسی بدی یا کسی بری عادت میں مبتلا ہوں گی تو اولاد میں اس سے نفرت نہیں ہوگی اور عجب نہیں کہ اور اس سے انس ہو کر ہمیشہ کے لیئے ان کی تباہی کا سبب بن جائے۔ ممکن ہے اگر آپ تحقیق کریں تو بہت گناہوں جرائم اور رسموں کا سبب یہی نکلے۔ اس لیئے مائیں اور ہونے والی مائیں جب تک اپنے دل میں ان سب گناہوں سے پوری پوری نفرت نہ جما لیں گی۔ اس وقت تک اولاد اور پھر قوم سے برائیاں دور ہونا مشکل ہے۔

اس لئے تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موجودہ یا آئندہ فرض کو محسوس کریں اور اس کے منصب کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اپنے کو ایسا سچا پکا مخلص، متقی، پرہیزگار مسلمان بنائیں۔ جس سے اولاد اور پھر ساری قوم سنور سکے۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ان کی ہر ایک کوتاہی انہی کے لیئے دینی و دنیوی تباہی کا سبب نہیں نسل در نسل اولاد اور پھر اس طرح سارے ملک و قوم کی تباہی کا سبب ہے۔ اگر وہ اپنی جان آبرو مال پر رحم کھا کر اپنے کو نہیں سنبھالتیں تو ساری قوم پر رحم کھائیں کہ پوری قوم کی ذمہ داری انہی کے سر ہے۔

تمام مردوں عورتوں یعنی لڑکیوں کے ماں باپ اعزہ اقربا سے درخواست ہے۔ کہ وہ امت محمدیہ علیٰ نبیہ الصلوٰۃ والسلام پر رحم کریں۔ لڑکیوں کو ان کے پیش آنے والے فرض اور اس کے منصب کے مطابق تربیت دیں اور قوم کو تباہ کرنے سے باز آ جائیں۔ والسلام۔

بقیہ القرآن صفحہ ۱۰ سے آگے

ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح اس ایک نسخہ شفا کی تعلیم نے عربوں کی ساری بیماریاں دور کر دیں اور وہ دنیا کے حکمران و پیشوا بن گئے۔

آج بھی انسانیت کا مستقبل اسی نسخہ شفاء کے علم و عمل سے وابستہ ہے۔ آج کے بچے کل کے نوجوان ہوں گے اور آج کی بچیاں کل کی مائیں بنیں گی۔ اس لیئے والدین کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنی اولاد کو اور کچھ دیں نہ دیں قرآن عزیز کا علم ضرور دیں۔

اس لیئے کہ اسی کے اندر سب کچھ ہے۔ اس کا دوسرا نام خدائی طاقت ہے۔ یہ جس کے پاس ہوگا۔ اسی کے ساتھ خدائی طاقت ہوگی۔ پھر جس کے ساتھ خدائی طاقت ہوگی اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ وقت کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ

ہر مسجد اور گھر میں درس قرآن جاری ہو جائے اور پورا ملک قرآنی درس گاہ بن جائے۔

(از حمایت اسلام)

دام

لاہور

بچوں کا صفحہ

ہمارے آقا کی بچوں کے ساتھ محبت

بچو! ہمارے نبیؐ تم جیسے بچوں کے ساتھ نہایت شفقت فرماتے تھے۔ وہ بہت اچھے ہوتے تھے۔ خراب باتیں نہیں کرتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم کا نام جب آئے تو درود پڑھا کرو۔ ہمارے آقا بچوں پر نہایت شفقت فرماتے تھے۔ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان کو آگے پیچھے بٹھا لیتے تھے راستہ گلی میں اگر آپ کو کھیلتے ہوئے بچے مل جاتے تو بچوں کے سلام کرنے سے پہلے آپ خود بچوں کو سلام کرتے ان سے پہلے پیار سے باتیں کرتے۔ بچوں کی معصومانہ حرکتوں سے آپ بہت خوش ہوتے ہجرت کے موقعہ پر جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تھے تو انصار کی چھوٹی چھوٹی لڑکیاں دروازوں پر کھڑی ہو کر گیت گانے لگیں۔ جب آپؐ ادھر سے گزرے تو فرمایا۔ "کیوں لڑکیو! کیا تم مجھ سے پیار کرتی ہو؟" سب نے جواب دیا "ہاں" "اے اللہ کے رسول" آپؐ نے فرمایا میں بھی تم سے پیار کرتا ہوں۔

آپؐ کا معمول تھا کہ جب فصل کا کوئی میوہ آپؐ کے پاس آتا تو سب سے پہلے آپ سب سے چھوٹے بچے کو میوہ عنایت کرتے۔

ایک بچہ تھا اس کے ماں باپ بہت غریب تھے۔ کسی نے آپ سے شکایت کی یہ کھجور کے باغ میں جا کر پیڑوں پر پتھر مارتا ہے اور کھجوریں توڑ کر کھاتا ہے۔ آپؐ نے اس بچے کو محبت کے ساتھ اپنے پاس بٹھایا اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔ بیٹا پتھر مار مار کر کھجوریں گرانا بُری بات ہے۔ ایسا مت کیا کرو۔ اس سے نقصان ہوتا ہے۔ پھر اسے پیار کر کے باہر بھیج دیا۔ تھوڑی دیر بعد اس کی پھر شکایت آئی۔ اس بار آپؐ نے اسے جھڑکا نہیں بلکہ بہت محبت کے ساتھ پھر سمجھایا۔ بچے پر اس محبت کا اثر بہت ہوا۔ پھر کبھی اس نے ایسی حرکت نہیں کی۔

ایک دفعہ کی بات ہے کہ آپ کسی بچے کو پیار کر رہے تھے۔ ایک بدو آیا۔ اس نے کہا کہ آپ بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ حالانکہ میرے دس بچے ہیں۔ مگر آج تک میں نے ایک کو بھی پیار نہیں کیا۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالےٰ اگر تمہارے دل کو محبت سے خالی کر دے تو میں کیا کروں۔

ایک دفعہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایک عورت آئی دو چھوٹی لڑکیاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ نہ تھا صرف ایک کھجور پڑی ہوئی تھی۔ وہی دیدی۔ عورت نے کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دونوں کو دیدیئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کو جب معلوم ہوا تو فرمایا جو ماں باپ اپنی اولاد سے محبت کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان پر رحمت بھیجتا ہے اور ان کو دوزخ کے عذاب سے بچاتا ہے۔

ایک دن ایک صحابی خالد بن سعیدؓ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کی چھوٹی بچی ام خالد بھی ساتھ تھیں یہ بچی ہی تو تھیں حضورؐ کی پشت مبارک پر مہر نبوت پر جو نظر پڑی تو اس سے کھیلنے لگیں حضرت خالدؓ نے ڈانٹا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے روکا کہ کھیلنے دو۔

زیدؓ بن حارث آپ کے غلام تھے بچپن سے حضورؐ کی خدمت میں رہتے تھے۔ جب ایک مدّت کے بعد ان کے باپ کو خبر لگی کہ زیدؓ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس ہے تو انہیں لینے آئے۔ حضورؐ نے حضرت زیدؓ کو آزاد کر دیا۔ لیکن حضرت زیدؓ حضورؐ کے قدموں سے لپٹ گئے اور جانے سے قطعی انکار کر دیا۔ آخر کار انہوں نے دیکھا کہ ایسی شفقت اور محبت سے آپ ان کو رکھتے ہیں کہ ماں باپ نہیں رکھ سکتے تو واپس چلے گئے۔

ان ہی حضرت زیدؓ کے صاحبزادے حضرت اسامہ سے آپ اس قدر محبت کرتے تھے کہ ان کی ناک خود اپنے دستِ مبارک سے صاف کرتے اور فتح مکّہ کے دن جب آپ کے ہمراہ دس ہزار صحابہ تھے۔ اس وقت اونٹنی پر آپ کے ساتھ حضرت اسامہؓ بیٹھے ہوئے تھے۔

صرف مسلمانوں ہی کے بچوں سے نہیں بلکہ حضرت تو کافروں کے بچوں سے بھی ایسا ہی برتاؤ کرتے تھے۔ مشرکوں، کافروں اور یہودیوں کے بچے بھی دوڑ دوڑ کر آپ کے پاس آتے تھے۔ اور آپ انہیں گودوں میں کھلاتے تھے۔

ایک دفعہ لڑائی میں چند بچے مارے گئے آپؐ کو بہت افسوس ہوا۔ کسی نے کہا۔ یا رسول اللہ وہ مشرکین کے بچے تھے۔ آپؐ نے فرمایا مشرکین کے بچے تھے۔ تم سے بہتر ہیں۔ خبردار بچوں کو کبھی قتل نہ کرنا۔

آپ نے ایک بار فرمایا کہ جو کوئی بچوں کو دکھ دیتا ہے اللہ تعالےٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے۔ حضرت کو بچوں کا بہت خیال تھا۔ کبھی نماز پڑھاتے ہوتے اور کسی بچے کی رونے کی آواز آتی تو آپ نماز کو چھوٹا کر دیتے تاکہ اس کی ماں جو آپؐ کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہوتی جلد نماز پڑھ کر اپنے بچے کو گود میں اُٹھالے۔ جب آپ بچوں سے باتیں کرتے تو ذرا نہ گھبراتے بہت محبت سے ان کی باتوں کا جواب دیتے۔

جب آپؐ مسجد سے نماز پڑھ کر باہر نکلتے تو بچے دوڑ کر آپ کے پاس جاتے آپ ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان سے پیار کی باتیں کرتے۔

آپؐ یتیم بچوں پر بہت مہربان تھے۔ آپ نے فرمایا جو کوئی بھی یتیم بچوں کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرے گا اللہ تعالےٰ اس کے اتنے ہی گناہ بخش دے گا۔ جتنے بال اُس کے ہاتھ سے چھوئیں گے۔

آج کل کی دُنیا میں ظلم بچوں کے ساتھ کئے جا رہے ہیں۔ بجائے شفقت کے ان کو پیٹا جاتا ہے۔

اسی لئے میں اپنے بزرگوں سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ بھی ہم بچوں کے ساتھ اسی طرح شفقت و مہربانی سے پیش آئیں۔۔۔۔۔

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

بدل اشتراک
سالانہ ... ۵/۱۱
ششماہی ۳/-
فی پرچہ ۴/-

ایڈیٹر:- عبدالمنان چوہان

منظور شدہ محکمہ تعلیم:- ۱- لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء
۲- پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری TBC/۲۸۳۶ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

(پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا)